www.KitaboSunnat.com

پہلی فصل

پہلی دلیل قرآن کریم

۱۴۵۔ اس کی تعریف اور اس کی حجیت:

قرآن کریم اس بات سے کہیں زیادہ مشہور ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، اس کے باوجود اہل اصول نے اس کی تعریف کا اہتمام کیا ہے اور اس کی مختلف تعریفیں کی ہیں اور ہر ایک نے کوشش کی ہے کہ اس کی تعریف جامع اور مانع ہو۔

اور ان تعریفوں میں سے ایک تعریف یہ ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو اللہ کے رسول محمد ﷺ پر نازل شدہ ہے اوراق میں لکھی ہوئی ہے، آپ سے ہم تک نقل متواتر کے ساتھ بغیر کسی شبہ کے منقول ہے۔

اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کریم تمام پر حجت ہے اور یہ کہ احکام کے تقرر کے لیے وہ پہلا ماخذ ہے، بلکہ وہ تمام انسانوں پر حجت ہے اور اس کی حجیت کی دلیل یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہے اور اس کے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہونے کی دلیل اس کا معجزہ ہونا ہے جیسا کہ کچھ (صفحات) بعد جلد اس کا بیان آئے گا اور جب اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ہونا ثابت ہے تو تمام کی جانب سے اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔

۱۴۶۔ قرآن کریم کی خصوصیات:

پہلی: یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہے، جسے اس کے رسول محمد ﷺ پر اتارا گیا ہے اور اس بنا پر تورات اور انجیل کی مانند دیگر آسمانی کتابیں قرآن میں شمار نہ ہوں گی کیونکہ وہ محمد ﷺ پر نہیں اتاری گئیں۔

دوسری: قرآن لفظ اور معنی کا مجموعہ ہے اور اس کے الفاظ عربی زبان میں اترے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۝﴾ (الزخرف: ۳)

''ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو قرآن کریم میں کوئی لفظ غیر عربی نہیں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں ''اللہ کی کتاب تمام کی تمام عربی زبان میں اتری ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو کچھ بھی ہے وہ عرب کی زبان کے ذریعہ سے ہے۔ ❶ اور اس بنا پر احادیث نبویہ قرآن میں شمار نہ ہوں گی کیونکہ ان کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے نہیں ہیں اگرچہ ان کا مطلب اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اتارا گیا ہے اور اسی طرح قرآن کی تفسیر بھی اس میں شمار نہ ہوگی اگرچہ وہ عربی میں ہی ہو اور اسی طرح قرآن کا غیر عربی میں ترجمہ بھی اس میں شمار نہ ہوگا۔

تیسری: یہ کہ وہ تواتر کے ساتھ ہم تک منتقل ہوا ہے، یعنی قرآن کریم کو ایسی جماعت سے ایسی جماعت منتقل کرتی چلی گئی ہے کہ ہر جماعت کو اُس تعداد کی کثرت اور جائے سکونتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے کسی جماعت کے بارے میں یہ گمان تک نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جھوٹ پر مشترک اور متفق ہو سکتی ہے اور منتقلی کے رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا یہی عالم ہے، تو منتقلی کا آغاز اپنے اختتام کی مانند ہے اور اس کا درمیان بھی اپنی دونوں جانبوں کی ہی مانند ہے۔ ❷ اور اس بنا پر جن قراءات کی منتقلی غیر متواتر ہے وہ قرآن میں شمار نہیں کی جائیں گی۔

جیسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: البقرہ ۱۹۶ اور المائدۃ ۸۹ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ میں لفظ مُتَتَابِعَاتٍ زائد کیا ہے، تو یہ قراءت اس بات پر محمول کی جائے گی کہ لفظ متتابعات سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے میں ثلاثة ایام کی تفسیر ہے۔ ❸

چوتھی: یہ کہ وہ کمی اور بیشی سے محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بنا پر ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹) ''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' تو اس میں نہ کسی قسم کی کمی ہے اور نہ بیشی ہے اور مخلوق کو ہرگز یہ طاقت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس پر کچھ اضافہ کرے یا کہ اس میں کچھ کمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور جس چیز کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے سنبھال لی ہو تو اس تک کھیلنے

---

❶ الرسالة للامام الشافعي: ص ٤٠۔ ٤٢۔ ❷ اصول البزدوی: ١/ ٢٨٢۔

❸ المستصفى للغزالي: ١/ ٥٦۔ آیت کا ترجمہ: ''تو جو شخص طاقت نہ رکھے تو وہ تین دن روزہ رکھے اور متتابعات کا معنی ہے پے در پے اور لگاتار۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں اور فسادیوں کے ہاتھ ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔

پانچویں: یہ کہ وہ معجزہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام کے تمام انسان اس کی مانند لانے سے کمزور ہیں، چنانچہ اس کا معجزہ ہونا قرآن کے اپنے مخالف عرب کو یہ چیلنج دینے سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اس کی مانند بنا کے لائیں تو وہ اس سے عاجز آ گئے، پھر قرآن نے اس کو دس سورتوں کا چیلنج کیا تو وہ اس سے بھی عاجز آ گئے، پھر اس نے ان کو ایک سورت کا چیلنج دیا تو اس سے بھی عاجز آ گئے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (الاسراء: ۸۸)

''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

اور فرمایا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (ھود: ۱۳)

''کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے، جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کی مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۳-۲۴)

''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے مددگاروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی بلا لو۔ پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

ہمتوں کو اکسانے والے اور مقابلے پر ابھارنے والے عرب اس چیلنج کے ہوتے ہوئے جواب دینے سے عاجز آ گئے باوجودیکہ مقابلے کے تقاضے موجود تھے اور اس میں رکاوٹیں معدوم تھیں، جہاں تک تقاضے کی موجودگی کی بات ہے تو یہ وہ اس لیے کہ عرب محمد ﷺ کی دعوت کو ختم کرنے کی انتہائی شدید رغبت رکھتے تھے، تو اگر وہ قدرت رکھتے ہوتے تو ضرور قرآن کا مقابلہ کرنے والی چیز بنا کے لے آتے اور محمد ﷺ کی دعوت کو بے کار کر دیتے اور جہاں تک مقابلے میں رکاوٹوں کے نہ ہونے کی بات ہے تو وہ اس لیے کہ وہ فصاحت و بلاغت والے تھے اور عربی زبان کی پوری پوری واقفیت رکھتے تھے اور حکومت واقتدار کے مالک تھے، پھر بھی جب ان کا عجز ثابت ہو گیا تو ثابت ہوا کہ عربی زبان میں اترنے والا قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ہی کتاب ہے اور محمد ﷺ یقیناً سچے رسول ہیں۔

۱۴۷۔ اس کے معجزہ ہونے کی وجوہات:

ویسے تو اس کے معجزہ ہونے کی وجوہات بیشمار ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ اس کی وہ بلاغت جس نے عربوں کو لاجواب کر دیا اور ان کو اس قدر حیرت میں ڈال دیا کہ جو اس سے پہلے کلام عرب میں معلوم ہی نہ تھی، نہ نظم میں اور نہ نثر میں، قرآن کے تمام اجزاء میں بلاغت کا بلند معیار ساتھ ساتھ موجود ہوگا، باوجودیکہ اسے متفرق جگہوں سے لے لیں اور اس کے مختلف احکام کو لے لیں اور باوجودیکہ اس کا نزول مختلف ادوار کے وقفوں میں ہے۔

۲۔ اس کا مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا اور واقعی وہ پیش آئے، اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿الٓمّٓ o غُلِبَتِ الرُّوْمُ o فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ o فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ﴾ (الروم: ۱۔۴)

''آلٓـمّٓ۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند سال ہی میں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اس کا سابقہ نامعلوم امتوں کی ایسی خبریں دینا کہ جو عرب کے ہاں اس لیے مکمل طور پر نامعلوم تھیں کہ ان پر دلالت کرنے والے آثار اور نشانات کا وجود مٹ چکا تھا اور اس قسم کی خبریں دینے کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے:

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ (هود: ٤٩)

''یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں، انہیں اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔''

۴۔ اس کا کائنات کے بعض ایسے حقائق کی جانب اشارہ کرنا کہ جنہیں جدید علم نے ثابت کیا ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الانبياء: ٣٠)

''کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان وزمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا، کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔''

﴿وَ اَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ﴾ (الحجر: ٢٢)

''اور ہم بوجھل ہوائیں بھیجتے ہیں۔''

۱۴۸۔ قرآن کریم کے احکام:

قرآن کریم بہت ساری قسموں کے احکام پر مشتمل ہے، انہیں تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلی قسم: عقیدہ سے تعلق رکھنے والے احکام، جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے فرشتوں پر ایمان اور اس کی کتابوں پر ایمان اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور یہ اعتقادی احکام ہیں، ان کی تعلیم کا مقام علم توحید ہے۔

دوسری قسم: روح وقلب کی اچھی تربیت اور ان کی درستگی سے تعلق رکھنے والے احکام اور یہ اخلاقی احکام ہیں، ان کی تعلیم کا مقام علم اخلاق یا تصوف ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری قسم: مکلفین (پابند حکم) کے افعال اور اقوال سے تعلق رکھنے والے عملی احکام ہیں فقہ سے یہی مقصود ہیں اور علم فقہ اور اس کے اصول انہی کی واقفیت کو اور ان تک رسائی کو ہدف بناتے ہیں اور یہ احکام دو قسم کے ہیں۔

پہلی قسم عبادت: جیسے نماز اور روزے اور ان کا مقصد فرد کے تعلق کو اس کے رب سے وابستہ کرنا ہے۔

دوسری قسم: جو عبادات کے علاوہ ہیں، جنہیں فقہاء کی مخصوص زبان میں معاملات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہی وہ احکام ہیں جو جدید قانون کی زبان کے مطابق قانون خاص اور قانون عام کے دائرے میں داخل ہیں اور ان احکام سے مقصود فرد کے فرد کے ساتھ، یا فرد کے معاشرے کے ساتھ یا معاشرے کے معاشرے کے ساتھ تعلق کو منظم کرنا ہے اور وہ یہ ہیں: [1]

أ- خاندان سے متعلقہ احکام: اور یہ اس دائرے میں داخل ہیں جس کا نام گھریلو قانون یا ذاتی معاملات (پرسنل لا) رکھا جاتا ہے، جیسے نکاح، طلاق، اولاد، خاندانی سلسلہ اور سرپرستی اور انہی کی مانند دیگر امور اور ان سے مقصود خاندان کی محکم بنیادوں پر تعمیر ہے اور خاندان کے افراد کے حقوق اور واجبات کا بیان ہے ان احکام کی آیات (۷۰) ستر کے قریب ہیں۔

ب- افراد کے مالی معاملات سے متعلقہ احکام: جیسے خرید وفروخت، گروی رکھنا اور تمام عقد اس دائرے میں داخل ہیں جس کا نام شہری (سول) قانون رکھا جاتا ہے ان کی آیات (۷۰) ستر کے قریب ہیں۔

ج- عدالت، گواہی اور حلف سے متعلق احکام: ان سے مقصود عدالتی کارروائی کے طریقہ کار کو منظم بنانا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان عدل کو عملی جامہ پہنایا جاسکے یہ جس چیز میں داخل ہیں اُس کا نام آج کل قانون مرافعات (عدالت میں دعویٰ پیش کرنے کی کارروائی سے متعلق قانون) رکھا جاتا ہے اس کی آیات ۱۳ کے قریب ہیں۔

د- جرائم اور سزاؤں سے متعلقہ احکام: یہ اسلامی تعزیراتی قانون ہے اس کی آیات ۳۰ کے قریب ہیں، اس سے مقصود لوگوں کی اور ان کی عزتوں کی اور ان کے مالوں کی

---

[1] الشيخ عبدالوهاب خلاف المرجع السابق: ص ۷ ومابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت اور اطمینان وسکون کا عام پھیلاؤ اور معاشرے کا جماؤ پکڑنا ہے۔

ھ۔ نظام حکومت سے متعلقہ احکام: اور حاکم کے محکوموں سے تعلق کی حدود، حاکم اور محکوموں میں سے ہر ایک کے حقوق اور ذمہ داریوں کا بیان یہ جس میں داخل ہے اسے بنیادی اور دستوری قانون کا نام دیا جاتا ہے اس کی آیات ۱۰ کے قریب ہیں۔

و۔ مملکت اسلامیہ کے دیگر مملکتوں کے ساتھ معاملے سے متعلق احکام: اس کے ان کے ساتھ تعلق کی حدود، صلح اور جنگ میں اس تعلق کی نوعیت اور اس پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں اور اسی طرح غیر ملکی کے مملکت اسلامیہ سے پناہ طلب کرنے کے تعلق کا بیان۔ ان احکام میں سے کچھ ایسے ہیں جو بین الاقوامی قانون عام کے دائرے میں داخل ہیں ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بین الاقوامی قانون خاص کے دائرے میں داخل ہیں اور ان کی آیات (۱۰) دس کے قریب ہیں۔

ز۔ معاشی احکام: یہ ملک کے ذرائع آمدن اور خرچ کے مصارف سے اور اغنیاء کے مالوں میں افراد کے حقوق سے تعلق رکھتے ہیں ان کی آیات (۲۵) پچیس کے قریب ہیں۔

۱۴۹۔ قرآن کریم کا احکام کو بیان کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: ۸۹)

"اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔"

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

"اور ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔"

سو قرآن کریم میں تمام شرعی احکام کا بیان موجود ہے مگر اس کے بیان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شریعت سازی کے لیے عمومی قواعد اور اصولیات کا ذکر اور کلی صورتوں میں احکام کا بیان، تو وہ عمومی قواعد اور اصولیات جو کہ شریعت سازی اور احکام کی فروعات سازی کی اساس ہیں ان میں سے کچھ ذیل میں آتے ہیں:

ا۔ مشورہ: ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ: ۳۸) "اور ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔" ﴿وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾ (ال عمران: ۱۵۹) "اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے معاملہ میں مشورہ کیا کرو۔"

ب۔ انصاف: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ﴾ (النحل: ۹۰) "اللہ تعالیٰ تمہیں عدل کا حکم دیتا ہے۔"

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ (النسآء: ۵۸)

"اور اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ اور جب لوگوں کا فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے فیصلہ کرو۔"

ج: انسان اپنے ارتکاب جرم کا ذمہ دار ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ (الانعام: ۱۶۴) "اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔"

د۔ سزا بقدر جرم: ﴿وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (الشوریٰ: ۴۰) "اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔"

ہ۔ مال غیر کا احترام: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرۃ: ۱۸۸) "اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔"

و۔ خیر پر اور جس میں امت کا نفع ہو اس پر باہمی تعاون کرنا: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ: ۲) "نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔"

ز۔ ذمہ داریوں کا پورا کرنا: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (المائدۃ: ۱) "اے ایمان والو! عہد وپیمان پورے کرو۔"

ط۔ تنگی ختم کر دی گئی ہے: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸) "اور اس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔"

ی: ضرورت مندی حرام کو حلال کر دیتی ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ (البقرة: ١٧٣) ''پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

اور ان احکام میں جو کہ قرآن کریم میں عمومی شکل میں آئے ہیں اور ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی، زکوٰۃ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ (التوبة: ١٠٣)

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے۔''

اور اس کی مانند قصاص ہے:

﴿وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ﴾ (البقرة: ١٧٩)

''عقلمندو! قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ (البقرة: ١٧٨)

''تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔''

قرآن کریم نے قصاص کی شرطیں بیان نہیں کیں، انہیں سنت نے بیان کیا ہے، تجارت اور سود بھی اسی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة: ٢٧٥)

''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود حرام کیا ہے۔''

تو حلال تجارت اور اس کی شرطوں اور حرام سود اور اس کی قسموں کا بیان سنت میں آیا ہے احکام کے بیان کے لیے یہ قسم جو کہ عمومی بیان کی ہے، قرآن میں یہی اکثر ہے اور احکام قرآن کے عمومی قواعد و اصولیات کی شکل پر آنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کا اس طرز پر آنا ان کو نئے پیش آنے والے واقعات کے لیے وسیع تر بناتا ہے جس سے کسی چیز میں کبھی تنگی نہیں ہوگی۔

دوسری قسم: تفصیلی احکام اور یہ قرآن میں تھوڑے ہیں، انہی میں سے تقسیم ورثہ کی مقداریں ہیں حدود میں سزاؤں کی مقداریں ہیں، طلاق کا طریقہ اور اس کی تعداد ہے، حرام کردہ عورتوں کی تفصیل ہے اور انہی کی مثل کے احکام ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۰۔ بیانِ اَحکام میں قرآن کریم کا اُسلوب:

احکام کے بیان میں قرآن کے مختلف انداز ہیں، یہ اس کی بلاغت، اس کے معجزہ ہونے اور کتاب ہدایت وراہنمائی ہونے کا تقاضا ہے، سو وہ احکام کو ایسے پیش کرتا ہے کہ جس میں بجا لانے کا شوق اور مخالفت وضد سے نفرت دلاتا ہے، اسی بنا پر ہم واجب شدہ کو پاتے ہیں کہ وہ اس کے وجوب کی صراحت کبھی تو امر کے صیغہ سے کرتا ہے:

﴿وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ (الطلاق: ۲)

''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ٹھیک گواہی دو۔''

یا یہ کہ فعل مخاطب لوگوں پر فرض ہے:

﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرة: ۱۸۳)

''تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ﴾ (البقرة: ۱۷۸)

''تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔''

اور کبھی واجب کا بیان اس کے کرنے والے کے لیے اچھے بدلے اور ثواب کے ذکر کے ذریعہ ہوتا ہے:

﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ﴾ (النسآء: ۱۳)

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا۔''

اور حرام شدہ کا بیان کبھی نہی کے صیغہ سے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الانعام: ۱۵۱)

''اور جس نفس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو مت قتل کرو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة: ١٩٥)

''اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔''

اور کبھی اس کے کرنے پر دھمکی دینے یا سزا مرتب کرنے کے ذریعہ ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ (النسآء: ١٠)

''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النسآء: ١٤)

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا۔''

اس بنا پر ہر وہ شخص جو قرآن سے احکام حاصل کرنا چاہتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ قرآن کے ان طور طریقوں سے اور احکام کے بیان کی کیفیت سے، اور وجوب یا حرمت یا جواز پر دلالت کرنے والے جو قرائن فرامین کے ساتھ لگے ہوتے ہیں، ان سے واقف ہو اس موضوع کے لیے مفید چند ضابطے اور قاعدے آگے آتے ہیں:

۱۔ فعل کا حکم وجوب یا ندب ہوگا، بشرطیکہ فعل وجوب یا ندب پر دلالت کرنے والے صیغہ کے ذریعہ سے آیا ہو، یا جب قرآن میں فعل کا ذکر کیا جائے تو اس کے ساتھ تعریف ہو یا محبت ہو، یا اس کی تعریف ہو یا اس کے فاعل کی ہو، یا جب اس کے فاعل کے لیے اچھا بدلہ اور ثواب اس کے ساتھ لگ کر آئے۔

۲۔ اور فعل کا حکم حرام یا کراہت کا ہوگا جب فعل کا ذکر ایسے صیغہ سے ہو جو صیغہ شارع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فعل کو ترک کرنے کی یا اس سے دور ہٹ جانے کی طلب پر دلالت کرتا ہو، یا جب فعل کا ذکر اس کی اور اس کے کرنے والے کی مذمت کے طور پر ہو، یا وہ عذاب کا یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و ناگواری کا یا جہنم میں داخل ہونے کا یا کرنے والے کی لعنت کا سبب ہو، یا فعل کو گندگی سے یا گمراہی سے یا شیطان کے عمل سے موصوف کیا جائے یا اس کے کرنے والے کو چوپائے یا شیطان سے موصوف کیا جائے اور اسی کی مانند۔

۳۔ اور فعل کا حکم جواز کا ہوگا جب وہ ایسے لفظ کے ساتھ آئے جو اس پر دلالت کرتا ہو، جیسے حلال قرار دینا اور اجازت دینا اور حرج کی نفی ہو یا گناہ کی نفی ہو یا اس شخص پر انکار ہو جس پر اس چیز کو حرام قرار دیا ہو اور اسی کی مانند۔

۱۵۱۔ قرآن کریم کی احکام پر آگاہی:

ہم یہ بات پہلے پیش کر چکے ہیں کہ قرآن کی آمد قطعی ہے، یعنی قطعی طور پر ثابت ہے کیونکہ اس کا ہم تک پہنچنا ایسے تواتر سے منقول ہے جو منقول شدہ کی صحت کے یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے، تو پھر اس کے احکام کا ثبوت بھی قطعی ہے مگر احکام پر اس کی دلالت کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔

تو وہ تب قطعی ہوتی ہے جب لفظ فقط ایک معنی کا ہی احتمال رکھتا ہو اور اس صورت میں حکم پر لفظ کی دلالت دلالتِ قطعی ہوگی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ﴾ (النسآء: ۱۲)

''اور تمہارے لیے اس کا آدھا ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ مریں بشرطیکہ ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لیے چوتھائی حصہ ہے، اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (النور: ۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''زنا کار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

تو آدھا، چوتھائی اور سو، تمام کے تمام اپنے اپنے مدلول پر قطعی دلالت والے ہیں اور ان میں سے ہر ایک صرف اسی ایک ہی معنی کا احتمال رکھتا ہے جو کہ آیت میں مذکور ہے۔

اور تب اس کی دلالت ظنی ہوتی ہے جب لفظ ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال رکھتا ہو، تو حکم پر لفظ کی دلالت دلالت ظنی ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (البقرة: ٢٢٨)

''طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین قُرُوْٓءٍ تک روکے رکھیں۔''

تو لفظ قُـــرُوْٓءٍ احتمال رکھتا ہے کہ اس سے طہر مراد لے لیا جائے اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ اس سے حیض مراد لے لیا جائے، تو اس احتمال کی بنا پر آیت کی حکم پر دلالت ظنی ہوگی نہ کہ قطعی۔

❀❀❀❀

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری فصل

دوسری دلیل سنت

۱۵۲۔ سنت کی تعریف:

سنت کا ایک معنیٰ لغوی ہے، اور ایک فقہاء کی زبان میں ہے اور ایک معنیٰ اصولیوں کے ہاں ہے۔

لغت کے اندر سنت اس طریقہ سے تعبیر ہے جس کا رواج ہو، اس پر ہیشگی ہو اور جس کے سبب سے فعل بار بار ہو، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا٥﴾

(الاحزاب: ٦٢)

''اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ان سے اگلوں میں بھی جاری رہا اور تو اللہ تعالیٰ کے طریقہ میں ہرگز ردو بدل نہ پائے گا۔''

انسان کی سنت اس کا وہ طریقہ ہے جس طریقہ کی پابندی کا وہ اپنے سے صادر ہونے والے امور میں اہتمام کرتا ہے اور اس پر ہیشگی کرتا ہے، خواہ وہ اس میں قابل تعریف ہو یا قابل مذمت ہو۔

فقہاء کی اصطلاح میں، بعض کے کہنے کے مطابق وہ عبادات جو نبی ﷺ سے نفل کے طور پر منقول ہیں، یعنی واجب نہیں ہیں۔ ❶ مگر فقہی فروعات کی کتابوں سے حاصل شدہ بات یہ ہے کہ سنت فقہاء کے نزدیک ان عبادات وغیرہ پر بولا جاتا ہے جو مندوب ہوں اور بعض فقہاء کے کلام میں کبھی کبھی سنت کا لفظ بمقابلہ بدعت بولا جاتا ہے، تو کہا جاتا ہے کہ فلاں سنت پر ہے، جب اس کا عمل نبی ﷺ کے عمل کے موافق ہو اور فلاں بدعت پر ہے، جب اس کا عمل اس کے خلاف ہو۔

اہل اصول کی اصطلاح میں سنت نبی ﷺ سے قرآن کے علاوہ صادر ہونے والا قول یا

❶ الشوکانی: ص۳۳۔ الآمدی: ۱/ ۲٤۱.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل یا تقریر سنت ہے۔ (1) تو وہ اس اعتبار سے احکام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے اور شریعت سازی کے ماخذوں میں سے ایک ماخذ ہے۔

۱۵۳۔ سنت شریعت سازی کا ماخذ ہے:

ہم کہہ چکے ہیں کہ سنت ماخذ ہے اس سے اسلامی قانون سازی کے احکام حاصل کیے جاتے ہیں کتاب، اجماع، اور معقولیت نے اس پر دلالت کی ہے۔

پہلے نمبر پر کتاب:

أ۔ کتاب نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ اسلامی قانون سازی کے طور پر بولیں اس کی بنیاد وحی پر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: ٣۔ ٤)

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

تو آپ ﷺ کا قول اس جہت سے قرآن کی مانند ہے کہ دونوں کا منبع و ماخذ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے، مگر سنت کا فقط معنیٰ وحی کیا گیا ہے۔

اور جہاں قرآن منجانب اللہ ہونے کی بنا پر واجب الاتباع ہے تو رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی اسی طرح ہیں کیونکہ اس کا معنیٰ (اور وہی کلام سے مقصود ہوتا ہے) بھی منجانب اللہ ہے۔

ب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو معانی قرآن کے بیان اور اس کے عمومی احکام کی شرح کی خدمت تفویض کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

"یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے، تاکہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔"

تو آپ کا بیان قرآن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہے، اور شرعی حکم کے حصول اور مطلوب کی واقفیت کے لیے ضروری ہے، سو وہ احکام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔

---

(1) حاشية الازميري: ٢/ ١٩٦۔ والآمدی: ١/ ٢٤١ اور اس جگہ یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ جعفریہ اس قول یا فعل یا تقریر کو بھی سنت میں سے اعتبار کرتے ہیں جو ان کے ائمہ معصومین سے منقول ہو، محاضرات فی اصول الفقہ الجعفری، لاستاذنا الشیخ محمد ابوزہرۃ: ص ۱۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ج۔ قرآن کریم میں ایسے فرامین انتہائی کثرت سے آئے ہیں جو سنت کی اتباع کے لازمی ہونے پر، اور اس کی پابندی کرنے پر، اور اس کو قانون سازی کا ماخذ اعتبار کرنے پر اور اس سے احکام حاصل کرنے پر قطعی صورت میں دلالت کرتے ہیں اور ہماری ذکر کردہ بات پر دلالت کرنے والے فرامین کئی قسم کے اسلوبوں اور مختلف شکلوں کے ساتھ آئے ہیں، چنانچہ وہ رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیتے ہیں اور جھگڑے کی بات کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے کا حکم دیتے ہیں یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف، اور اسے پکڑنے کا حکم دیتے ہیں جو ہمارے پاس رسول لائے ہیں۔ اور اس سے دور ہونے کا حکم دیتے ہیں جس سے آپ نے منع کیا ہے اور اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو رسول اللہ ﷺ کو اس بات میں حاکم نہ تسلیم کرے جس میں اس کا کسی سے اختلاف ہو، اور وہ کہتے ہیں کہ مسلمان کو اس میں کوئی اختیار نہیں، جس کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ نے کر دیا ہے اور وہ آپ کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو برے انجام اور دردناک عذاب سے ڈراتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر اجماع:

نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر آج کے دن تک تمام مسلمان ان احکام کے لینے پر متفق ہیں جنہیں سنت نبویہ لائی ہے اور شرعی احکام کی واقفیت کے لیے پھر ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کیلئے اس کی جانب رجوع ضروری ہے، چنانچہ نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ایسے تھے اور نہ وہ جو ان کے بعد آئے کہ وہ قرآن میں آنے والے حکم کے اور سنت میں آنے والے حکم کے درمیان فرق کریں۔ چنانچہ ان کے نزدیک تمام کی اتباع واجب ہے کیونکہ ماخذ ایک ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی وحی، اور ان کے اجماع پر دلالت کرنے والے واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا، ان میں سے کچھ مثالیں ہم دلیلوں اور استدلال میں ان کی ترتیب کے بارے میں بات کرتے ہوئے ذکر کر چکے ہیں۔

تیسرے نمبر پر معقولیت:

قطعی دلیل سے ثابت ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور رسول کا معنی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچانے والے ہیں اور آپ کے پہنچانے پر ایمان لانے کا تقاضا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ کی فرمانبرداری لازم ہے، آپ کے حکم کی بجا آوری کی جائے اور اسے قبول کیا جائے جو آپ لائے ہیں اور اس کے بغیر آپ پر ایمان کا کوئی تصور نہیں ہے، اللہ کے رسول کی مخالفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے حکم کے سامنے سر کے تسلیم خم ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔

۱۵۴۔سوال برائے دریافت حقیقت:

لیکن کیا وہ تمام کا تمام جو نبی کریم ﷺ سے صادر ہوا ہے اس کے لیے یہی مقام و مرتبہ ہے، یعنی اتباع کی پابندی کا اور شرعی حکم کے لیے اس سے استدلال کا مقام و مرتبہ، یا کہ نہیں؟ اور کیا وہ تمام کا تمام جو نبی کریم ﷺ سے صادر ہوا ہے وہ قانون سازی کا ماخذ ہونے کے لائق ہے یا کہ نہیں؟ ان دونوں سوالوں کے جواب کے لیے سنت کی بحیثیت ماہیت وحقیقت اقسام پر گفتگو کا کیا جانا، پھر ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے اس کی اقسام پر بات کا کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

۱۵۵۔سنت کی اپنی ماہیت وحقیقت کے اعتبار سے اقسام:

سنت اپنی حقیقت یعنی ذات کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم ہے: قولی سنت، فعلی سنت اور تقریری سنت۔

پہلے نمبر پر قولی سنت:

یہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال ہیں، جنہیں آپ نے مختلف مناسبتوں پر اور متفرق مقاصد کے پیش نظر ارشاد فرمایا اور عام طور سے ان پر حدیث کا نام بولا جاتا ہے، تو جب یہ نام بولا جائے تو سمجھ بوجھ کی طرف یہی سبقت کرتا ہے کہ اس سے مقصود قولی سنت ہے، سو وہ اس اعتبار سے حدیث کا ہم معنی ہے۔ حدیث سنت سے اس کے عام معنی کے سبب زیادہ خاص ہوگی، اس کے ساتھ ساتھ بعض علماء نے حدیث کا مطلب یہ ٹھہرایا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ سے نقل کیا جائے، یعنی جو قول یا فعل یا تقریر آپ کی جانب منسوب کی جائے اس معنی کے اعتبار سے لفظ حدیث، لفظ سنت کے عام معنی میں اس کا ہم معنیٰ ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب کا نام (الصحيح من الحديث) رکھا ہے حالانکہ وہ نبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کریم ﷺ کی جانب منسوب اقوال اور افعال اور تقریرات پر مشتمل ہے۔

قولی سنتیں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے (دیدہ ودانستہ "قتل" پر قصاص ہے) اور (نہ نقصان کرنا ہے اور نہ کروانا ہے) اور (تم میں سے جس نے کسی برائی کو دیکھا تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اور جس نے طاقت نہ رکھی تو وہ اپنی زبان سے اور جس نے طاقت نہیں پائی تو وہ اپنے دل سے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے)

اور نبی کریم ﷺ کے اقوال صرف اور صرف تب شریعت سازی کا ماخذ ہوں گے جب ان سے مقصود احکام کو بیان کرنا ہو، یا ان کا ثابت کرنا ہو، مگر جب وہ خالص دنیوی امور کے بارے میں ہوں کہ شریعت سازی سے ان کا بالکل کوئی تعلق نہ ہو اور نہ ہی وہ وحی کی بنیاد پر ہوں تو وہ احکام کی دلیلوں میں سے نہ تو دلیل ہوں گے اور نہ ماخذ ہوں گے کہ ان سے شرعی احکام حاصل کیے جائیں اور نہ ہی ان کی پیروی لازم ہوگی اور اسی کی مثال ہے جو مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے مدینہ میں کچھ لوگوں کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو اس کے ترک کرنے کا اشارہ فرمایا، جس سے پھل کم ہوگیا تو آپ نے ان سے فرمایا: تم پیوند کاری کیا کرو، تم اپنے دنیوی امور کو زیادہ جانتے ہو۔

دوسرے نمبر پر فعلی سنت:

جسے آپ ﷺ نے فعلی طور پر کیا ہو، جیسے نماز کی اس کے ارکان اور کیفیات کے ساتھ ادائیگی۔ اور جیسے آپ کا ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ صادر کر دینا، اور انہی کی مانند دیگر نیز آپ ﷺ کے افعال میں سے کچھ شریعت سازی کا ماخذ ہیں اور کچھ ماخذ نہیں۔ (1) ان کی تفصیل یہ ہے:

أ۔ طبعی افعال: یعنی جو آپ سے بشری فطرت اور انسانی وصف کی بنا پر صادر ہوئے، جیسے کھانا، پینا، چلنا، بیٹھنا اور انہی کی مانند دیگر تو یہ شریعت نہیں ہیں سوائے اس اعتبار کے کہ مکلفین کے لیے ان کا کرنا جائز ہے، لہٰذا انہیں سرانجام دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اتباع واجب نہ ہوگی اگرچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں بھی اتباع کا جذبہ رکھتے تھے جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور یہ جذبہ اچھی بات ہے۔

(1) شرح مسلم الثبوت: ۲/ ۱۸۱۔ الآمدی: ۱/ ۲۴۷، ۲۴۸۔ الشوکانی: ۳۵۔۳۶.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی لائحہ عمل کے تقرر کے لیے ماخذ اعتبار نہ کیے جانے میں اس قسم کے ساتھ وہ بھی منسلک کیا جائے گا، جو آپ سے دنیوی امور میں انسانی تجربہ کاری کے بموجب صادر ہوا جیسے افواج کی تنظیم، جنگی تدبیر کے تقاضے کی تکمیل، تجارتی معاملات، اورانہی کی مانند دیگر۔ تو امت کے لیے یہ افعال شریعت کے طور پر معتبر نہ ہوں گے، کیونکہ ان کی بنیاد تجربہ پر ہے نہ کہ وحی پر اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ان کا پابند نہیں کیا اور نہ آپ نے ان کو احکام کی شریعت سازی کی قسم میں شمار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ایک معین جگہ پر اترنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا اس جگہ پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے، یا یہ مشورہ، جنگ اور تدبیر ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ مشورہ، جنگ اور تدبیر ہے، تو اس صحابی نے کہا کہ یہ جگہ پڑاؤ کی نہیں ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک اور جگہ پر جسے اسی نے آپ کے لیے منتخب کیا تھا، فوج کو اتارنے کا اشارہ دیا، اس کی وجہ چند اسباب تھے جنہیں اس نے نبی ﷺ سے بیان کیا، تو آپ نے اس کی بات کو لے لیا اور مزید اس قسم، یعنی شرعی لائحہ عمل کے تقرر کے لیے ماخذ اعتبار نہ کیے جانے۔ کے ساتھ دعوے (مقدمے) کی ان تفصیلات کے اثبات کو جن میں غور کیا جاتا ہے، منسلک کیا جائے گا کیونکہ آپ کے لیے یہ ایک قیاسی اور تقابلی معاملہ ہے اور یہ امت کے ۔لیے شریعت نہیں ہے اور جہاں تک دعوے کی تفصیلات کے ثابت ہونے کو فرض ٹھہرا لینے پر آپ ﷺ کا فیصلہ امت کے لیے شریعت ہے، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: میں صرف اور صرف انسان ہوں، تمہاری مانند اور تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو اور تم میں سے کوئی اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے سے زیادہ ہوشیار ہوتا ہے، تو جو میں نے سنا ہو اسی کے مطابق میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو جس کے لیے میں نے اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ دے دیا ہو (وہ یاد رکھے کہ) میں نے اس کے لیے آگ ہی کا ٹکڑا کاٹا ہے۔ [1] اور ہوشیار ہونے کا معنی ہے کہ حجت پیش کرنے کی طاقت اور قدرت دوسرے سے زیادہ رکھتا ہو۔

ب۔ جس فعل کا آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہونا ثابت ہو، تو وہ اکیلے آپ ہی کے لیے ہوگا، جیسے آپ کا یہ خاصہ کہ بغیر افطار کیے روزے رکھنا اور یہ کہ نکاح میں چار سے زائد

---

[1] تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول: ٤/ ٥٦.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیویاں اور اس کے علاوہ بھی ہیں' یہ امور آپ کے خاصے ہیں اور ان میں اتباع رسول صحیح نہیں، سو نکاح میں دلیل موجود ہے کہ چار بیویوں کی حد تک جواز محدود ہے اور بغیر افطار کیے روزے رکھنے کے بارے میں امت کے حق ممانعت آئی ہے۔

ج۔ جس فعل کے متعلق معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل قرآن کریم میں آنے والی عمومی نص کی تفصیل کو بیان کرنے کے لیے ہے، تو آپ کا بیان امت کے لیے شریعت ہے اور ہمارے لیے حکم ثابت ہوگا اور اس حالت میں آپ سے صادر ہونے والے فعل کا وجوب اور ندب وغیرہ سے وہی حکم ہوگا جو اس نص کا ہے جسے فعل نے بیان کیا ہے۔

فعل کا عموم کے لیے بیان ہونا یا تو قولی صراحت کے ساتھ ہوگا یا احوالی علامات کے ساتھ ہوگا، تو پہلی قسم سے آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)) (بخاری) ''تم نماز کو اسی طرح پڑھا کرو جس طرح سے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔'' اور یہ فرمان بھی: ((خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ)) (بخاری) ''تم مجھ سے اپنے حج کی عبادتوں کو لے لو۔'' تو آپ کا نماز کو ادا کرنا اس نماز کا بیان ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اس فرمان میں حکم دیا ہے:

﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ (البقرة: ٤٣)

''اور تم نماز کو قائم کرو۔''

اور آپ کا حج کی عبادتوں کو ادا کرنا اس حج کا بیان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ہم پر فرض کیا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (العمران: ٩٧)

''اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض ہے۔''

جہاں تک بیان پر دلالت کرنے والی احوالی علامات ہیں تو جیسے آپ کا چور کے ہاتھ کو قطع کرنا یا قطع کرنے کا حکم دینا ہے، تو یہ فعل اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدة: ٣٨)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مراد کا بیان ہے۔ اور یہ اس کی رائے پر ہے جس نے ہاتھ کاٹنے کی وارد شدہ قرآنی نص کو عمومی نص قرار دیا ہے، مگر جس نے لفظ یَدْ (ہاتھ) کو غیر محدود قرار دیا ہے تو اس نے نبی کریم ﷺ کے فعل کو غیر محدود کا محدود کرنے والا قرار دیا ہے، تو یہ بھی بیان ہی کی اقسام سے ہے۔

د۔ وہ فعل جسے ابتداء کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو، اور اس کی وجوب اور ندب اور جواز کی شرعی حیثیت معلوم ہو جائے، تو وہ یقیناً امت کے لیے شریعت ہے، اور جو فعل آپ نے ادا کیا ہو اس کا حکم مکلفین کے حق میں ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) ''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔''

ھ۔ وہ فعل جسے آپ ﷺ نے ادا کیا اور اس کی شرعی حیثیت معلوم نہ ہو سکی، لیکن اس فعل میں قربت (عبادت) کے ارادہ کا ہونا معلوم شدہ ہے، جیسے آپ کا بعض عبادتوں کو ان پر ہیشگی کیے بغیر ادا کرنا، تو ایسا فعل امت کے حق میں مستحب ہوگا، مگر جب اس فعل میں قربت (الٰہی) کے ارادے کا علم نہیں ہو سکا تو وہ فعل امت کے حق میں اس کے جائز ہونے پر دلالت کرے گا جیسے زراعت، تجارت اور انہی کی مانند۔

تیسرے نمبر پر تقریری سنت:

یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کسی ایسے قول یا فعل پر خاموشی اختیار فرمانا جو آپ کی موجودگی میں ہوا ہو، یا وہ آپ کی عدم موجودگی میں ہوا ہو اور آپ کو اس کا علم ہو تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی ہو، تو یہ خاموشی اس فعل کے جائز اور مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ باطل اور غلط پر خاموشی اختیار نہیں کیا کرتے۔ سنت کی اس قسم کی مثالوں میں سے ہے کہ مسجد میں لڑائی کے ہتھیاروں سے کھیلنے والے بچوں پر آپ کا خاموشی فرمانا اور انکار نہ کرنا اور عید کے دن بہادری کے اشعار گانے والی دو بچیوں کے گانے [1] پر آپ کا خاموشی

---

[1] گانے کی اس اباحت کو انہی حدود وقیود کے ساتھ سمجھا جائے گا جو اس وقت موجود تھیں بعض لوگ اس سے موجودہ زمانے کے گانوں کا جواز نکالتے ہیں جو کہ دیگر ممنوعہ متعدد دلائل کی رُو سے کسی بھی طرح مباح نہیں ہیں۔ (محمد اسلم شاہد روی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمانا۔ فعل کے جواز پر دلالت کرنے میں خاموشی ہی کی مانند آپ کا فعل پر خوش ہونا ہے یا اس سے اپنی رضا مندی ظاہر کرنا ہے، یا اس کو پسند کرنا ہے، بلکہ رضامندی یا پسندیدگی فعل کے جواز پر دلالت کرنے میں محض خاموشی سے زیادہ واضح ہے۔

یہاں پر قابل نوٹ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خاموشی سے فعل کا حاصل کردہ جواز یہ مطلب نہیں رکھتا کہ وہ فعل سوائے جائز ہونے کے اور کچھ نہ ہوگا، اس لیے کہ کبھی کبھی وہ فعل کسی اور دلیل کی بنا پر واجب ہوتا ہے اور اسی بنا پر نبی کریم ﷺ کا خالی سکوت فعل کے جائز قرار دینے سے زیادہ کا فائدہ نہیں دیتا۔ ❶ اور کبھی کبھی فعل وجوب یا ندب کے حکم کا فائدہ کسی اور دلیل سے حاصل کر لیتا ہے۔

۱۵۶۔ سنت کی اقسام ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے:

سنت ہم تک پہنچنے کے اپنے طریقوں کے، یعنی اپنی روایت جس کو سنت کی سند کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم ہے: سنت متواترہ، سنت مشہورہ اور سنت آحاد۔ اور یہ تقسیم حنفیوں کے نزدیک ہے۔

جہاں تک جمہور ہیں تو ان کے نزدیک سنت کی دو قسمیں ہیں: پہلی سنت متواترہ اور دوسری سنت آحاد۔ رہی سنت مشہورہ تو وہ ان کے نزدیک سنت آحاد کی اقسام میں سے ایک قسم ہے وہ اس کو حنفیوں کی طرح مستقل بالذات قسم نہیں ٹھہراتے۔ ❷ ہم تین قسموں والی تقسیم کی پیروی کریں گے اور ان اقسام میں سے ہر قسم کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گفتگو کریں گے۔

۱۵۷۔ پہلے نمبر پر سنت متواترہ:

ممکن ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جائے کہ اسے اتنی کثیر جماعت نے روایت کیا ہو کہ عام معمول ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو، یا پھر غیر ارادی طور ہی سے ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کے وقوع کو ناممکن بنا دے، اپنی ہی مثل کی جماعت سے (یعنی جس جماعت سے انہوں نے نقل کیا وہ جماعت بھی کثرت میں اسی جماعت کی مثل ہو) یہاں تک کہ (اسی کیفیت کے ساتھ) منقول شدہ چیز نبی کریم ﷺ تک پہنچے اور نبی علیہ السلام سے منقول امر کے بارے میں

❶ الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم: ۲/ ٦.

❷ شرح نخبة الفکر فی مصطلح اهل الاثر ابن حجر: ٦۔۸، المستصفی: ۱/ ۹۱۔ الشوکانی: ص ۴۹.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے علم کی بنیاد حواس کے مشاہدے یا سماعت پر مبنی ہو۔ ❶

اس تعریف سے تواتر کی جو شرطیں ہم پر واضح ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

أ۔ اس سنت کے راویوں کی جماعت اتنی کثیر ہو کہ اس کا جھوٹ پر جمع ہو جانا، یا بغیر قصد کے ہی ان سے جھوٹ کا واقع ہو جانا مروجہ عادات کے اعتبار سے ناممکن ہو، چنانچہ تواتر کے لیے معین عدد کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ اعتبار اس بات کا کیا جائے گا جو بات ان راویوں کی جانب سے دل کو اطمینان دینے میں عادت کے مطابق علم کا فائدہ دے گی اور ان سے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کا عدم امکان، یا تو ان کی حد سے بڑھی ہوئی کثرت کی وجہ سے ہے یا ان کے تقوے اور دینداری کی اور اسی کی مانند کسی اور وجہ سے ہے، جس طرح کہ تواتر کے ثابت ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ تمام کے تمام لوگ اس کی تصدیق کرنے پر متفق ہوں۔ ❷ بلکہ اس کا حکم کلی یہ ہے کہ اس سے لازمی اور یقینی علم حاصل ہو اور جب یہ حاصل ہوگا تو اس کا متواتر ہونا ہمیں معلوم ہوگا، وگرنہ نہیں۔

ب۔ یہ کہ روایت کے طبقات میں سے ہر طبقہ کے راویوں میں اس وصف کا موجود ہونا جس وصف کا ذکر ہم نے پہلی شرط میں کر دیا ہے۔

ج۔ یہ کہ راویوں کے علم کی بنیاد کا حواس کے مشاہدے یا سماعت کے ذریعہ سے ہونا ہے اس شرط پر دو باتیں مرتب ہوتی ہیں، پہلی یہ کہ جب راوی دی گئی خبر کے جاننے والے نہ ہوں، اس طرح سے کہ وہ گمان کرنے والے ہوں، تو یہ شرط پوری نہ ہوگی اور نتیجہ میں تواتر ثابت نہ ہوگا اور دوسری یہ کہ جب راویوں کے علم کی بنیاد ذہنی غیر حسی چیز ہو تو بھی تواتر ثابت نہ ہوگا۔

جب تواتر کی شرطیں پوری ہوں گی تو وہ خبر یقینی اور لازمی علم کا فائدہ دے گی، جو یہ ہوتا ہے کہ انسان اس علم کو اس حد تک لازم ہو جاتا ہے کہ جس کا دور ہٹا دینا اس کے لیے ناممکن ہے۔ ❸ کیونکہ تواتر سے ثابت شدہ چیز اس کی مانند ہے جو معائنہ اور مشاہدے سے ثابت ہو۔ ❹ تو اس بنا پر سنت متواترہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف بغیر کسی شک وشبہ کے

---

❶ العسقلاني: ٤،٣۔ الشوكاني: ص٤٦۔ المستصفى: ١/ ٩٠.

❷ المسودہ: ص٢٣٣۔ ٢٣٥.

❸ قواعد التحديث للقاسمي: ص١٢١۔ العسقلاني: ص٤۔ المسودة: ص٢٣٣.

❹ اصول السرخسي: ١/ ٢٩١.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعی طور پر ثابت ہوگی اور مسلمانوں کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے وہ احکام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل اور ان کے شرع کو مقدر کرنے کا ماخذ ہوگی۔ ❶

۱۵۸۔ سنت متواترہ کی اقسام:

سنت متواترہ کبھی قولی ہوتی ہے اور کبھی فعلی ہوتی ہے پہلی کم ہے اور دوسری زیادہ ہے ہم ان دونوں کے متعلق بہت ہی مختصر بات کریں گے۔ قولی متواتر سنت دو قسم کی ہے، لفظی اور معنوی:

پہلی قسم: جس کے لفظ متواتر ہوں، جیسے آپ ﷺ کا یہ فرمان: ((مَنْ كَذَبَ عَلَىَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) (بخاری) ”جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

معنوی: جس کے مشترکہ معنی میں تواتر ہو اور اس کے لفظوں میں تواتر نہ ہو، یعنی جس میں راویوں کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں لیکن تمام کی تمام روایات ایک معنی و مطلب پر مشتمل ہوتی ہیں اس قسم میں ہر روایت کے راویوں کا الگ سے حد تواتر کو پہنچنا ضروری نہیں ہے، لیکن روایات کے مجموعے کے اعتبار سے مشترکہ معنی کا حد تواتر کو پہنچنا شرط ہے، اس قسم کی مثال نیت کا اعمال کی بنیاد ہونا اور اسی سے ان کا معتبر ہونا ہے، یہ معنی نبی کریم ﷺ سے متواتر صورت میں مروی ہے کیونکہ اس کے متعلق اتنی کثرت سے خبریں وارد ہیں کہ وہ اس معنی پر اپنی دلالت میں حد تواتر کو پہنچتی ہیں اگرچہ ہر خبر بذات خود تواتر کی حد کو نہیں پہنچی۔ نبی کریم ﷺ سے مروی خبریں، کہ ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَانَوٰى)) (بخاری) ”اعمال صرف اور صرف نیتوں کے ساتھ ہیں“ اور ”ہر آدمی کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔“ اور آپ ﷺ کا فرمان: ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) (بخاری) ”جس نے اس لیے جنگ کی تاکہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔“ اور ”دونوں صفوں کے بیچ کتنے ہی مقتول ایسے ہیں کہ ان کی نیتوں کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔“ اسی قسم سے ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت ساری خبریں ایسی ہیں جو کہ عمل کے صرف اور صرف نیت کے ساتھ معتبر ہونے پر دلالت کرتی ہیں تو یہ معنی

---

❶ الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم الاندلسی: ۱/ ۱۰٤۔ القاسمی: ص۱۲۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومطلب نبی کریم ﷺ سے متواتر مروی ہے کیونکہ یہ اتنی زیادہ خبروں میں آیا ہے جو کہ اس معنیٰ پر متفق ہیں، اگرچہ ان کے الفاظ اور واقعات مختلف ہیں۔ ❶

۱۵۹۔ دوسرے نمبر پر سنت مشہورہ:

یہ وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ سے ایک یا دو نے روایت کیا ہے، یعنی ان کی تعداد حد تواتر کو نہیں پہنچی، پھر وہ تابعین رحمہم اللہ کے دور میں اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں متواتر ہوگئی، اس طرح کہ اس کے روایت کرنے والوں کی اتنی جماعت ہوگئی کہ ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کا وہم نہیں ہوسکتا۔ ❷ تو سنت مشہورہ وہ ہے جو آغاز میں سنت آحاد سے ہو یعنی نبی کریم ﷺ سے اس کو نقل کرنے والوں کی تعداد تواتر کی تعداد سے کم ہو۔ پھر وہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں مشہور اور متواتر ہوگئی ہو وہ دونوں صدیاں تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور ہیں۔ ❸

اس تعریف سے ہمیں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنت مشہورہ کی نسبت کا رسول اللہ ﷺ کی جانب صحیح ہونا قطعی نہیں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ سے اس کو روایت کرنے والے کی جانب اس کی نسبت کا صحیح ہونا قطعی ہے اسی وجہ سے حنفیہ نے اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ اتنے قوی ظن کا فائدہ دیتی ہے کہ گویا وہ یقین ہے اور اسی کا نام اطمینانی علم رکھا جاتا ہے، اس بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ کی جانب اس کی نسبت صحیح ہے لازم ہونے اور اس کو شریعت سازی کا ماخذ اور احکام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ٹھہرانے کی جہت سے حنفیہ کے نزدیک سنت متواتر کے ہم مرتبہ ہے۔ اس قسم کی احادیث سے ''اعمال صرف اور صرف نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اور ہر آدمی کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔'' اور: ''عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کی موجودگی میں نکاح حرام ہے۔'' کی حدیثیں ہیں۔ ❹

---

❶ التعریف بالقرآن والحدیث لاستاذنا الزفزاف: ص ۲۴۰، ۲۴۱۔ والقاسمی: ص ۱۲۸۔۱۲۹.

❷ مسلم الثبوت: ۲/ ۱۱۱ وحاشیہ الازمیری: ۲/ ۱۹۶.

❸ تابعین کا دور وہ ہے جو اصحاب رسول کے دور کے بعد ہے اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور وہ ہے جو تابعین رحمہم اللہ کے دور کے ساتھ ملا ہوا ہے، ان تین ادوار کے بعد تواتر اور شہرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ انہی تین زمانوں میں سنن کو مدون کیا گیا، ان کی شہرت اور اشاعت ہوئی اور بڑی جماعتوں سے بڑی جماعتوں نے ان کو روایت کیا تھا۔ ❹ اصول السرخسی: ۱/ ۲۹۲.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۰۔ تیسرے نمبر پر سنت احاد:

یہ وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والوں کی تعداد حد تواتر کو نہیں پہنچی اور یہ تابعین کے اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ہے، تو حنفیہ کے قول پر وہ یہ ہے جو نہ سنت متواترہ ہو اور نہ مشہورہ ہو، اور ان کے علاوہ کے قول پر وہ ہے جو سنت متواترہ نہ ہو۔ [1] یہ جمہور کے نزدیک اپنی نسبت کے رسول اللہ ﷺ کی جانب صحیح ہونے کے ظن غالب کا فائدہ دیتی ہے اور ظاہر یہ اور بعض اہل حدیث کے نزدیک یہ ظن کی بجائے علم کا فائدہ دیتی ہے لیکن کیا اس سنت کو احکام کی دلیلوں میں شمار کیا جائے گا اور اس پر عمل واجب ہوگا یا کہ نہیں؟ اور جب ہمارا جواب ہاں میں ہو تو اس کے لیے لازمی شرطیں کیا ہوں گی؟ اس بات کا جواب ہم ذیل دیتے ہیں۔ [2]

۱۶۱۔ سنت احاد کی پیروی کا واجب ہونا اور شریعت سازی کا ماخذ ہونا:

مسلمانوں کے درمیان اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سنت احاد ان پر اس کے ذریعہ عمل کے واجب ہونے اور اس کے احکام کی پابندی کرنے اور اسے احکام کی دلیلیوں میں سے ایک دلیل بنانے میں حجت ہے اس پر قاطع دلیل کے متعدد طریقوں میں کچھ کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ٥﴾ (التوبة:۱۲۲)

''سو ایسا کیوں نہیں کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔''

لفظ طَآئِفَةٌ لغت میں ایک پر بھی بولا جاتا ہے تو اگر خبر واحد (ایک کی خبر) عمل میں حجت نہیں ہے تو یقیناً دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے والے کے ڈراوے میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

---

[1] مسلم الثبوت: ۲/ ۱۱۱.

[2] اصول السرخسی:۱/ ۳۲۱۔ الاحکام، لابن حزم:۱/ ۱۰۸ ومابعدھا۔ ومحاضرات فی اصول الفقه الجعفری لاستاذنا الشیخ محمد ابو زهرة: ص ۱۳۰ ومابعدھا الشوکانی: ص ۴۹۔ والمستصفی:۱/ ۹۳۔ العسقلانی: ص ۸۔۹ ومسلم الثبوت:۲/ ۱۲۲۔ الآمدی: ۲/ ۴۷ ومابعدھا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ رسول اللہ ﷺ سے اپنے امیروں، قاضیوں، پیغام رسانوں اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو دور دراز اطراف واکناف میں بھیجنا متواتر مروی ہے اور وہ اکیلے اکیلے ہوتے اور آپ کا انہیں بھیجنا صرف صدقات کی وصولی کرنے، معاہدوں کو ختم کرنے یا برقرار رکھنے اور شرعی احکام کی تبلیغ کرنے کے لیے ہی ہوتا اور اطراف واکناف والوں پر آپ لازم ٹھہراتے کہ وہ آپ کے بھیجے ہوئے شخص کی بات کو قبول کریں گے، لہٰذا خبر واحد (اکیلے کی خبر) اگر حجت نہ ہوتی تو آپ ان کو اس بات کا حکم نہ دیتے۔

۳۔ اس بات پر اجماع ہے کہ عام آدمی مفتی کی پیروی اور تصدیق کرنے کا پابند ہے حالانکہ مفتی اپنے گمان کے متعلق خبر دیتا ہے تو جو شخص نبی کریم ﷺ سے سماعت کے متعلق خبر دے کہ جس میں اسے کوئی شک تک نہیں ہے تو وہ تصدیق وقبولیت کا اور خبر کے تقاضے کے مطابق عمل کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

۴۔ ہمیں دو افراد کی گواہی پر فیصلہ صادر کر دینے کا حکم ہے، حالانکہ اس میں جھوٹ کا احتمال ہے تو اگر جھوٹ کا احتمال اس سے قطعی صورت میں ختم کیے بغیر اس پر عمل جائز نہ ہوتا تو ہم اس پر عمل نہ کرتے اور جب جھوٹ کے احتمال کے باوجود گواہی پر عمل واجب ہے، تو اکیلے اکیلے کی نبی کریم ﷺ سے روایت کی بنا پر عمل کے واجب ہونے کا حق زیادہ ہے۔

۵۔ بے شمار واقعات میں خبر واحد (اکیلے کی خبر) کے قبول کرنے اور اس کے ساتھ عمل کرنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کا ہونا، مثال کے طور پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا، اس لیے کہ یہ حدیث میں آیا ہے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیوی کو خاوند کی دیت سے وارث ٹھہرایا ہے، اس لیے کہ یہ سنت میں وارد ہے، اور یہ حدیثیں احاد ہیں اور سنت احاد ہی کی بنا پر مجوس سے جزیہ لیا گیا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو آحاد احادیث پہنچیں تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔

۱۶۲۔ سنت آحاد پر عمل کی شرطیں:

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سنت آحاد سب پر حجت ہے کہ انہیں اس کی پیروی کرنا لازم ہے اور یہ کہ وہ شریعت سازی کا ماخذ ہے، مگر اس کے لیے جو شرائط ضروری ہیں اس میں ان کا اختلاف ہے یعنی ان کے ساتھ عمل کے واجب ہونے اور ان سے احکام حاصل کرنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لیے اوران کے اختلاف کو دوقولوں کی جانب لوٹا دینا ممکن ہے۔

۱۶۳۔ پہلا قول:

وہ سنت جسے ثقہ اور متقی راویوں نے نقل کیا ہو، اس طرح سے کہ ان قول والوں نے جو شرطیں لگائی ہیں ان کے مطابق روایت کے راوی میں قبولیت کی شرائط پوری ہوں اگر چہ ان کے درمیان ان شرائط میں اختلاف ہے اور روایت کی سند رسول اللہ ﷺ تک ملی ہوئی ہو، تو اس حالت میں ایسی سنت پر عمل کرنا، اس سے احکام حاصل کرنا اور اسے شریعت سازی کا ماخذ شمار کرنا واجب ہوگا، یہ قول حنابلہ، شافعیہ، ظاہریہ، جعفریہ اور دیگر مذاہب کے فقہاء کا ہے۔

مگر جب سند ملی ہوئی نہ ہو، اس طرح سے کہ راویوں کے سلسلہ میں جس صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے خبر روایت کی وہ گر جائے اور اسی کا نام مرسل حدیث ہے، تو اس قول کے قائلین نے اس کے ساتھ عمل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ ظاہریہ کے نزدیک نہ وہ حجت ہے اور نہ اس پر عمل واجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ چند ایک شرائط کے ساتھ اسے لے لیا جائے گا، جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ روایت سعید بن مسیب رحمہ اللہ، جیسے کسی بڑے تابعی کی مرسل ہو اور کسی اور سند سے ملی ہوئی ہو، یا وہ صحابی کے قول کے موافق ہو یا اکثر علماء نے اس کے تقاضے کے مطابق فتوی دیا ہو۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ مرسل حدیث کو تب لیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا جب اس بات میں متصل سند والی حدیث موجود نہ ہوگی۔ [1]

۱۶۴۔ دوسرا قول:

اس قول کے قائلین نے راویوں کے متقی اور ثقہ ہونے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے کچھ اور ہی شرائط لگائی ہیں، ان کا روایت کی سند سے تعلق نہیں ہے، بلکہ ان کا تعلق دیگر امور سے ہے، جن کی وجہ سے حدیث کی صحت کو اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت کی جانب ان کے نزدیک غالب ہو جاتی ہے اس قول کے قائلین مالکیہ اور حنفیہ ہیں۔ ذیل میں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ ان کی اہم شرائط کا ذکر کریں گے۔

---

[1] القاسمي: ص ١١٥، ١٢٠۔ المستصفى: ١/ ١٤٩، ١٧١۔ الاحكام لابن حزم: ١/ ١٠٨ ومابعدها و: ٢/ ٢.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۶۵۔ سنت آحاد کی قبولیت کے لیے مالکیہ کی شرائط:

مالکیہ نے خبر احاد کی قبولیت کے لیے شرط لگائی ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کے مخالف نہ ہو، اس بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ اہل مدینہ کا عمل سنت متواترہ کے برابر ہے کیونکہ وہ اس عمل کے وارث ہیں جو ان کے گزشتہ صالحین سے مروی ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے تو گویا ان کا عمل روایت اور سنت متواترہ کے برابر ہے اور متواترہ خبر آحاد پر متقدم ہے اسی بنیاد پر امام مالک رحمہ اللہ نے ''باہم سودا کرنے والے دونوں جدا ہونے تک اختیار کے ساتھ ہیں۔'' کی حدیث کو نہیں لیا۔ مالک نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ اس کے لیے ہمارے ہاں کوئی معروف حد نہیں ہے اور نہ ہی یہ امر معمول بہ ہے۔

اسی طرح انہوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ خبر واحد شریعت کے ثابت شدہ اور ملحوظ خاطر رکھے جانے والے اصول وقواعد کے مخالف نہ ہو اسی کی بنیاد پہ انہوں نے دودھ روک کر رکھے گئے جانور والی حدیث کو نہیں لیا، وہ حدیث یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ کو مت باندھ کے رکھو اور جس نے اس کو خرید لیا تو وہ اسے دھونے کے بعد دو انتخابوں میں سے بہتر انتخاب کے ساتھ ہے، اگر چاہے تو اسے روک لے اور چاہے تو اسے واپس کر دے اور ایک صاع کھجوریں دے۔'' کیونکہ یہ حدیث ان کی نظر میں ''حاصل شدہ نفع ضامن کا ہے۔'' کے قاعدے کے اور ''تلف شدہ چیز کی نظیر جرمانے کے طور پر صرف تب ہے جب وہ مثلی ہوگی اور اگر وہ قیمت والی ہو تو اس کی قیمت ہوگی۔'' کے قاعدے کے خلاف ہے۔ لہٰذا مثل رکھنے والی چیز کے ضائع کرنے پر اسے کھانے یا سامان وغیرہ میں سے تاوان نہیں ڈالا جائے گا اسی طرح تقسیم سے پیشتر مال غنیمت کے اونٹوں اور بکریوں کی پکائی گئی ہنڈیوں کو انڈیل دینے کی حدیث کو بھی انہوں نے اس بنا پر نہیں لیا کہ یہ رفع حرج اور مصلحت مرسلہ، کے قاعدے کے خلاف ہے ان سے یہ کہہ دینا ہی کافی ہوگا کہ جو کچھ تم سے سرزد ہوا ہے یہ جائز نہیں ہے، پھر اس کے کھانے کی انہیں اجازت دے دی جائے گی اور پکی ہوئی چیز کو ضائع کرنا فساد اور خلاف مصلحت ہے، جو حدیث کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ [1]

---

[1] الموافقات: ۳/۲۱۔۲۲ مالك لاستاذنا محمد ابوزهره: ص ۳۰۱ و ۳۳۱ ومابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۵۔ سنت آحاد کے قبول کے لیے احناف کی شرائط:

أ۔ وہ سنت اس چیز سے متعلق نہ ہو جس کا وقوع کثرت سے ہو، کیونکہ جو ایسا ہوگا تو اس کا تواتر یا شہرت کے طریقہ سے نقل کیا جانا ضروری ہے، اس لیے کہ اس قسم کے نقل کے محرکات وافر ہیں اور جب وہ اس طریقہ سے نقل کیے جانے کی بجائے آحاد کے طریقہ سے نقل ہوا تو اس نے اس سنت کی عدم صحت پر دلالت کی، اس کی مثال: ''نماز میں رفع الیدین کی ہے۔'' یہ سنت آحاد کے طریقہ سے آئی ہے، باوجود اس کے کہ ہر روز نماز کے تکرار کی وجہ سے اس کی حاجت عمومی نوعیت کی ہے، لہٰذا یہ قابل قبول نہیں ہے۔

ب۔ وہ سنت قیاس صحیح اور شریعت کے ثابت شدہ اصول و قواعد کے مخالف نہ ہو یہ اس وقت ہے جب راوی غیر فقیہ ہو، کیونکہ جب وہ اس طرح کا ہوگا تو کبھی سنت کو باللفظ کی بجائے بالمعنی روایت کر سکتا ہے۔ اور یہ بات اکثر واقع ہوئی ہے۔ تو اس سے حدیث کے مطالب سے کوئی ایسی چیز فوت ہو سکتی ہے جس کی تہ کو وہ نہ پہنچ سکے، لہٰذا احتیاط کی خاطر یہ بات ضروری ہے کہ ایسی حالت میں جب حدیث عام اصولوں اور قیاس صحیح کے تقاضے کے مخالف ہو تو اسے قبول نہ کیا جائے اسی بنیاد پر دودھ روک کر رکھے گئے جانور والی حدیث کو انہوں نے نہیں لیا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کیا ہے کیونکہ راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک غیر فقیہ ہیں، جس طرح یہ حدیث اصول اور مقررہ قواعد کے مخالف ہے، جیسے ''بار آور نفع ضامن کا ہے۔'' کا قاعدہ، جو کہ سنت میں آیا ہے اور یہ قاعدہ تقاضا کرتا ہے کہ چیز کی ذات سے پیدا شدہ نفع اس کی ملکیت ہو جو ہلاکت کے وقت ضامن ہے، تو اس کی بنا پر دودھ کا خریدار کی ملکیت ہونا واجب ہوگا کیونکہ چیز کا عین اس کی ضمانت میں ہے، جیسا کہ یہ حدیث جرمانے والے قاعدے کے مخالف ہے جو اس بات میں فیصلہ کن ہے بطور جرمانہ ہم مثل تب ہے جب ہلاک شدہ مثل والی چیز ہو۔ [1]

ج۔ راوی کا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف عمل نہ کرنا، کیونکہ اس کا عمل حدیث کے منسوخ ہونے پر یا کسی اور دلیل کی وجہ سے اس کے چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہے، یا حدیث کا

---

[1] اصول السرخسی: ۱/ ۳٤۱.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی ومطلب اس رخ سے مراد نہیں ہے جس رخ میں اسے روایت کیا گیا ہے، اس کے لیے مثال وہ اس حدیث سے دیتے ہیں کہ ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ مار جائے تو تم اس کو سات بار دھودو۔ ان میں سے ایک بار مٹی کے ساتھ۔'' تو انہوں نے اس حدیث کو نہیں لیا، کیونکہ اس حدیث کے راوی برتن کو۔ جب کتا اس میں منہ مار جاتا تین بار دھوتے۔

۱۶۶۔ راجح قول:

ہمارے تسلیم کر لینے کے باوجود کہ حنفیوں اور مالکیوں نے یہ شرطیں صرف اس لیے لگائی ہیں تا کہ وہ سنت کی صحت پر اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت پر مطمئن ہوں، مگر ان کا قول مرجوح ہے، اور ان کے علاوہ کا قول راجح ہے۔ کیونکہ سنت کی جب بھی صحیح روایت اس طرح سے ہوگی کہ اسے متقی، ثقہ اور ٹھیک ٹھیک ضبط کرنے والے راویوں نے روایت کیا ہو تو اس کی اتباع کرنا، اس کو لینا، اور اس سے احکام حاصل کرنا لازم ہوگا، خواہ وہ اہل مدینہ کے عمل کے موافق ہو، یا اس کے مخالف ہو، اور خواہ وہ مقررہ اصول اور تقاضا قیاس کے موافق ہو یا نہ ہو، اور خواہ اس کے راوی نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور خواہ وہ ایسے معاملے سے متعلق ہو جو بکثرت ہو یا وہ کم ہو۔ کیونکہ اہل مدینہ امت کا ایک جزء ہیں، اس کا کل نہیں ہیں اعتبار اس بات کا ہوگا جسے راوی نے روایت کیا ہے، نہ کہ اس بات کا جس پر اس نے عمل کیا ہے۔ اس لیے کہ بسا اوقات وہ خطا یا نسیان یا تاویل کی وجہ سے اپنی روایت کے خلاف بھی عمل کر لیتا ہے اور وہ معصوم نہیں ہے اور جس امر کو سنت لائی ہے اس کے بکثرت واقع ہونے کی اخبار آحاد کے قبول یا رد میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ کیونکہ کم واقع ہونے والے امر کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت بکثرت واقع ہونے والے امر کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت جیسی ہے اور کبھی کبھی ان دونوں کو آحاد ہی نقل کرتی ہے اس سے بھی مزید یہ ہے کہ کثرت یا قلت کے لیے اس بات میں کوئی ضابطہ نہیں ہے۔

جہاں تک سنت آحاد کے اصول کی مخالفت کرنے سے وثوق حاصل کرنے کی بات ہے تو یہ قابل تسلیم نہیں کیونکہ یہ سنت ہی تو ہے جو اصول کی تاسیس و تعمیر کرتی ہے، تو جب وہ ایسا حکم لاتی ہے جو ثابت شدہ اصول کے مخالف ہو تو یقیناً اسی کو ہی خود مختار اپنے دائرے میں عمل کرنے والی اساس تسلیم کیا جائے گا، جیسا کہ پیشگی قیمت دے دینے کا سودا ہے۔ بیع سلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

باوجود اس بات کے کہ یہ معدوم چیز کا سودا ہے اور تلاش و جستجو نے اس بات پر دلالت کی ہے کہ اصول کے مخالف ہونے کی حجت سے رد کی گئی صحیح سند کی حامل سنت آحاد حقیقت میں اصول کے موافق ہیں، ان کے مخالف نہیں ہیں۔

دودھ روک کر رکھے گئے جانور کی حدیث جسے انہوں نے اصول کے مخالف ہونے کی حجت سے رد کر دیا، وہ ان کے بتائے ہوئے اصول کے مخالف نہیں ہے چنانچہ ''بارآور نفع ضامن کا ہے۔'' کا قاعدہ یہاں پر موثر نہیں کیونکہ بندھا ہوا دودھ پس از خرید پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ اس سے پیشتر ہی موجود تھا، لہٰذا وہ اس بار آور نفع (یعنی دودھ) کی قسم 'سے نہیں ہے جو خریدار کے پاس جا کر پیدا ہوا جس کی بنا پر وہ اس کا حقدار ٹھہرا۔

(تاوان) کا قاعدہ بھی اس جگہ کارآمد نہیں ہے کیونکہ خریدار کے پاس جا کر پیدا شدہ دودھ کی مقدار کا پتہ لگنا اس لیے ناممکن ہے کہ وہ خرید سے پیشتر موجود دودھ کے ساتھ خلط ملط ہو چکا ہے، تو ہم مثل کا تاوان ڈالنا ممکن نہیں رہا، اور کھجوروں کا ایک ٹوپا واپس کرنے کی جانب صرف اس لیے انتقال کیا کیونکہ کھجور مثلیات میں دودھ کے سب سے زیادہ نزدیک ہے، دونوں میں سے ہر ایک کو ناپ، غذا اور خوراک بنانے کا وصف جمع کرنے والا ہے۔ [1] لہٰذا قیاس اور اصول کی مخالفت کہاں ہے؟

اور جہاں تک راوی کے غیر فقیہ ہونے کی بات سے چمٹنا اور لپٹنا ہے تو یہ کہنا ہی ناجائز ہے کیونکہ سنت کے راویوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی دائمی وابستگی کی وجہ سے اس قدر فقہ موجود تھی جو ان کے نقل کردہ کی صحت کا اور اس کے معانی میں سے کسی چیز کے ان سے فوت نہ ہونے کا اطمینان دلانے کے لیے کافی ہے، عربی کے اسلوبوں سے اور اس کے طرز بیان سے ان کی شناسائی اس پر اضافہ ہے، اس بنا پر جمہور ہی کا قول ترجیح پاتا ہے لہٰذا ہر وہ سنت جو اس طرح سے ثابت ہو کہ اسے ثقہ اور ٹھیک ٹھیک ضبط کرنے والوں نے روایت کیا ہو تو اس کی جانب منتقل ہو جانا اور اس سے مخالف بات کی طرف اور مخالفت کرنے والے کی طرف خواہ وہ کیسا ہی شخص ہو توجہ نہ دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع سنت کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور سوائے راویوں کے طریقہ کے اس تک پہنچنے کی اور

---

[1] حدیث مصرات کا رد کرنے والے پر رد کے لیے دیکھئے اعلام الموقعین: ۱/ ۳۶۶ ومابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی راہ نہیں ہے، لہٰذا جب ہمارے پاس ان کا ضبط وتحمل اور تقویٰ وطہارت ثابت ہو جائے یا وہ ترجیح پا جائے تو یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی نسبت کے یقینی علم کے طور پر یا ظن غالب کے طور پر ثابت شدہ ہونے کی دلیل ہے اور یہ دونوں ہی شریعت کی رو سے اس پر عمل کرنے کو واجب ٹھہراتے ہیں۔

۱۶۷۔ سنت کے لائے ہوئے احکام:

پہلی قسم: وہ احکام جو قرآن کے احکام کی موافقت اور ان کی تائید کرتے ہیں، والدین کی نافرمانی سے، جھوٹی گواہی سے، اور قتل سے ممانعت اور اس کی مثل کے احکام اسی نوع سے ہیں۔

دوسری قسم: وہ احکام جو قرآن کے معانی کو واضح کرتے ہیں اور اس کے خلاصہ کی تفصیل کرتے ہیں، اس قسم میں وہ سنت آتی ہے جو حج کی عبادات، زکوٰۃ کی مقدار، اور وہ مقدار جس میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے اور انہی کی مثل اشیاء بیان کرتی ہے۔

تیسری قسم: کبھی کبھی سنت ایسے احکام لاتی ہے جو قرآن کے مطلق کو مقید (مشروط) کرتے ہوں یا اس کے عام کو خاص (معین) کرتے ہوں۔

چوتھی قسم: ایسا حکم جس کے بارے میں قرآن خاموش ہے اور سنت اسے لائی ہے، اس لیے کہ سنت احکام کا تقرر کرنے میں مستقل حیثیت کی مالک ہے اور اس باب میں وہ قرآن کی ہی مانند ہے، اس پر آپ ﷺ کا فرمان: ((أَلَا إِنِّي أُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ)) (موطا امام مالك) ''آگاہ رہو کہ مجھے یقیناً قرآن اور قرآن کے ساتھ اس کی مثل دی گئی ہے۔'' دلالت کرتا ہے یعنی مجھے قرآن دیا گیا ہے، اور اس کی مثل سے وہ سنت دی گئی ہے جس کے بارے میں قرآن نے گفتگو نہیں کی اور اس قسم کی مثالیں بکثرت ہیں، جن میں سے گھریلو گدھوں کو اور درندوں میں سے ہر کچلی والے کو اور پرندوں میں سے ہر پنجہ والے کو حرام قرار دینا اور جیسے ایک گواہ اور قسم کی بنا پر فیصلہ دے دینا اور حضر میں گروی رکھنے کا جائز ہونا اور خون بہا کا وارثوں پر واجب ہونا، اور دادی کی وراثت، اور انہی کی مانند۔ ❶

---

❶ الشوکانی: ص۳۳.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۶۸۔ سنت کی احکام پر دلالت:

ہم کہہ چکے ہیں کہ سنت ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے کبھی تو قطعی ہوتی ہے جیسا کہ سنت متواترہ میں ہے اور کبھی ظنی ہوتی ہے جیسا کہ غیر سنت متواتر میں ہے، یعنی سنت آحاد اور سنت مشہورہ ہیں، جہاں تک سنت احکام پر دلالت کرنے کی جہت سے ہے تو وہ ظنی ہوتی ہے یا قطعی ہوتی ہے اس جہت سے وہ قرآن کی ہی مانند ہے تب اس کی دلالت ظنی ہوتی ہے، جب لفظ ایک سے زائد معانی کا احتمال رکھتا ہو، یعنی تاویل کا احتمال رکھتا ہو، تو قطعی دلالت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ "پانچ اونٹوں میں ایک بکری (زکوٰۃ) ہے۔" تو پانچ کا لفظ اپنے معنی پر ایسی قطعی دلالت کرتا ہے جو اس کے علاوہ اور کوئی احتمال نہیں رکھتا، سو اس لفظ کے مدلول کا حکم ثابت ہو جائے گا اور وہ ہے اس

مال کی زکوٰۃ میں ایک عدد بکری نکالنے کا واجب ہونا ظنی دلالت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ((لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) (بخاری) "فاتحہ کتاب کے بغیر نماز نہیں ہے۔" تو یہ تاویل کا احتمال رکھتی ہے، لہٰذا جائز ہوگا کہ اسے اس بات پر لے لیا جائے کہ نماز فاتحہ کتاب کے بغیر صحیح اور کافی نہ ہوگی اور یہ احتمال بھی رکھتی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کامل نماز فاتحہ کتاب کے بغیر نہ ہوگی، پہلی تاویل جمہور نے اور دوسری تاویل حنفیہ نے اختیار کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تیسری فصل

تیسری دلیل اجماع

۱۶۹۔ اجماع کی تعریف:

لغت میں کسی چیز کا پختہ اور قوی ارادہ اجماع کہلاتا ہے اور اسی معنی سے آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ((مَنْ لَّمْ يُجَمِّعُ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلا صِيَامَ لَهُ)) ''اس آدمی کا روزہ نہیں ہے جس نے رات ہی سے روزے کی تجمیع (یعنی پختہ ارادہ) نہیں۔'' اور کہا جاتا ہے اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلَى الْاَمْرِ ، ''فلاں نے معاملے پر اجماع کیا۔'' یعنی اس نے پختہ اور قوی ارادہ کرلیا اور اجماع کا معنی اتفاق بھی ہے اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ﴾ (یونس: ۷۱)

''تم اپنی تدبیر اور اپنے شریکوں پر اتفاق کرلو۔''

اور کہا جاتا ہے:

اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰى كَذَا.

''فلاں امر پر قوم نے اجماع کیا۔''

یعنی وہ اس پر پختہ اور قوی ارادے سے متفق ہوئے اور اس معنی کی بنا پر اجماع کے حصول کا تصور ایک سے زائد فرد کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، برخلاف پہلے معنی کے، اس لیے کہ وہ ایک فرد سے بھی ٹھیک ہے۔ ❶

اور اہل اصول کی اصطلاح میں: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد، کسی دور میں، شرعی حکم پر، امت اسلامیہ کے مجتہدین کا اتفاق کرنا اجماع کہلاتا ہے۔ ❷

---

❶ بعض جعفری علماء نے اجماع کی تعریف یہ کی ہے کہ امت محمد ﷺ کا امور میں سے کسی امر پر اتفاق کرنا یا اس امت کے مجتہدین کا کسی وقت کسی امر پر اجماع اختیار کرنا، کتاب الارائک: ص۱۷۶۔ دیگر تعریفوں کیلئے دیکھئے الشوکانی: ص ۶۳۔ اور المستصفی: ۱/ ۱۱۰۔ اور الآمدی: ۱/ ۲۸۰ ومابعدھا اور کتاب الاجماع لعلی عبدالرزاق انہوں نے مختلف اصولیوں کی بہت ساری تعریفیں نقل کی ہیں۔

❷ الآمدی: ۴/ ۱۱۵.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۰۔ مندرج ذیل اشیاء وہ ہیں جو اصطلاحی تعریف پر مرتب ہوتی ہیں:

پہلی: غیر مجتہدین کا اتفاق قابل اعتبار نہیں اور مجتہد وہ ہوتا ہے جس میں شرعی احکام کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے حاصل کرنے کا ملکہ موجود ہو اور کبھی وہ فقیہ کے نام موسوم کیا جاتا ہے، جیسا کہ مجتہدین کو اہل حل وعقد یا اہل رائے واجتہاد، یا علماء امت کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ❶ اور غیر مجتہد وہ ہے جسے احکام کے استخراج کی قدرت نہ ہو جیسے عوام یا وہ جسے شرعی امور کا علم نہ ہو، اگرچہ وہ کسی فن یا طب اور ریاضی جیسے کسی علم کا عالم ہو۔

دوسری: مجتہدین کے اتفاق سے مراد تمام مجتہدین کا اتفاق ہے لہٰذا اہل مدینہ کا یا اہل حرمین مکہ اور مدینہ کا، یا کسی مخصوص گروہ کا اجماع کافی نہ ہوگا اور نہ ہی ان اجماعوں کو مطلوبہ اصطلاحی اجماع شمار کیا جائے گا اور ایک مجتہد کی مخالفت بھی نقصان دہ ہوگی اور اجماع منعقد نہ ہوگا یہ بات جمہور اہل اصول کی رائے پر مبنی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک دو، اور تین کی مخالفت نقصان دہ نہیں ہے۔

بعض دیگر کا مذہب یہ ہے کہ اکثریت کا اتفاق ہو، اگرچہ یہ اجماع تو نہیں ہے، مگر اسے ایسی حجت سمجھا جائے گا کہ جس کی اتباع لازم ہوگی، کیونکہ اکثریت کا اتفاق معلوم کرواتا ہے کہ حق ان کے ساتھ ہے اور وہاں ایسی قطعی یا ترجیح کی حامل دلیل یقیناً موجود ہے جس نے انہیں اتفاق کی دعوت دی ہے، اس لیے کہ عام طور پر ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ مخالف کی دلیل راجح ہو۔ ❷

جس بات کو ہم تعریف کے تقاضا کے پیش نظر راجح دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ بغیر کسی استثناء کے تمام مجتہدین کا اتفاق میں شامل ہونا واجب ہے اور جب بعض مخالف ہوں، خواہ وہ ایک ہی ہو تو اجماع نہ ہوگا اور جب اجماع نہیں ہے تو حجت نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس کی اتباع لازم ہوگی، کیونکہ کثرت درستگی پر ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے اور کبھی غلطی اس کے ساتھ ہوتی ہے اور درستگی قلت کے ساتھ ہوتی ہے، ہاں اتنی بات ہے کہ کبھی اکثریت کی رائے سے انس لیا جاسکتا ہے اور اسے ایک ایسی اجتہادی رائے مانا جاسکتا ہے جو کہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے، بشرطیکہ ہم پر مخالف کی دلیل کا راجح ہونا واضح نہ ہو۔

---

❶ المسودہ: ص ۳۳۱. ❷ اصول الفقہ للشیخ المرحوم الخضری: ص ۳۳۷.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری: مجتہدین کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے کیونکہ جن دلیلوں نے اجماع کی حجیت پر دلالت کی ہے وہ یہ فائدہ بھی دیتی ہیں کہ اجماع کرنے والوں کا امت اسلامیہ میں سے ہونا واجب ہے، اس پر مزید یہ کہ اجماع کا موضوع امور شرعیہ ہیں جو یا تو عقیدہ پر قائم ہیں یا اس سے متصل ہوتے ہیں، یا اسی سے حاصل شدہ ہوتے ہیں۔

چوتھی: مجتہدین کے اتفاق کے لیے واجب ہے کہ وہ مسئلہ کے حکم پر بوقت اجماع مکمل طور پر ثابت ہوا ہو، لہٰذا زمانہ کے گزر جانے کی شرط نہیں لگائی جائے گی، یعنی جن مجتہدین کے ساتھ اجماع حاصل ہوا ہے ان کی موت کی شرط نہیں لگائی جائے گی اسی بنا پر ان میں سے بعض کا اپنی رائے سے رجوع کر لینا باعث نقصان ہوگا اور نہ ہی کسی دیگر کا ظہور (باعث نقصان ہوگا) جو کہ بوقت اجماع موجود نہیں تھا اور وہ ان کے اجماع کا مخالف ہو۔

بعض اہل اصول کا کہنا ہے کہ اجماع کے ثابت ہونے کے لیے زمانہ کے گزر جانے کی شرط اس لیے ہے کہ بعض اوقات کچھ اپنی رائے سے رجوع کر لیتے ہیں۔

مگر ترجیح اس بات کو ہے جو پہلوں نے کہی ہے کیونکہ حجیت اجماع کی دلیلیں زمانے کے گزر جانے کو واجب قرار نہیں دیتیں۔ بلکہ وہ صرف ان کے اتفاق کی شرط لگاتی ہیں، تو جب کسی واقعہ کے حکم پر زمانے کے مجتہدین کا اتفاق حاصل ہو جائے تو یقیناً اجماع وجود پذیر ہو جائے گا اور اس کی اتباع لازمی ہوگی، اور وہ دوبارہ اس حیثیت کی طرف نہیں پلٹے گا کہ بعض کے اپنی رائے سے رجوع کر لینے یا اور رائے کے حامل مجتہد کے ظہور کی وجہ سے اسے توڑ دیا جائے۔

پانچویں: اور یہ شرط بھی لگائی جائے گی کہ مجتہدین کا اتفاق شرعی حکم پر ہو، جیسے وجوب، حرمت، ندب اور انہی کی مثل، جہاں تک غیر شرعی مسئلہ پر اجماع ہے جیسے ریاضی، یا طب، یا لغوی مسئلہ ہو تو ان کے اجماع شرعی اجماع نہ ہوں گے۔

چھٹی: اجماع کا اعتبار تب ہوگا جب وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہو، یہ وہی بات ہے جس کا ذکر بہت سارے اہل اصول نے اپنی تعریفوں میں کیا ہے اور اسی بات کو ہم نے اختیار کیا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ بات شرط نہیں ہے، اور نبی کریم ﷺ کے دور میں مسئلہ کے حکم کے اجماع کا ہونا درست ہے اس حکم کی دلیل اجماع اور نبی کریم ﷺ کی موافقت دونوں پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی۔ لیکن ہماری رائے یہ نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں اجماع کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اعتبار نبی کریم ﷺ کے فرمان اور موافقت کا ہے اور وہی شریعت سازی کا مصدر ہے۔ اگر آپ کے دور میں اجماع ہو تو آپ یا تو اس کی مخالفت کریں گے یا موافقت کریں گے اگر تو آپ نے اس کی مخالفت کی ہے تو ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر آپ نے موافقت کی ہے تو اعتبار آپ کی موافقت کا ہے، اس بنا پر ہم نبی کریم ﷺ کے دور میں وقوع اجماع کے قول کے جائز ہونے کی وجہ درست نہیں سمجھتے اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

۱۷۱۔ حجیت اجماع:

اجماع جب اپنی شرطوں سمیت منعقد ہوگا تو وہ اس مسئلہ کے حکم کی قطعی دلیل ہوگا جس پر اجماع ہوا ہے اور یہ اجماع مسلمانوں کے لیے قطعی اور لازمی حجت بن جائے گا، اس کی مخالفت یا توڑ جائز نہ ہوگا۔ [1] اجماع کے قائلین نے جو کہ جمہور اعظم ہیں اجماع کی حجیت پر بہت ساری دلیلوں سے استدلال کیا ہے، جن میں سے بعض کے ذکر پر ہم کفایت کریں گے جو یہ ہیں:

أ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

(النسآء: ۱۱۵)

''جو شخص باوجود راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ متوجہ ہو اور ہم اسے دوزخ میں ڈال دیں گے وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

اس آیت کریمہ سے دلالت اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے راستہ کی مخالفت کرنے پر دھمکی دی ہے، لہٰذا ان کا راستہ ہی ایسا حق ہے جس کی اتباع واجب ہے اور اس کے علاوہ باطل ہے جس کا چھوڑنا واجب ہے۔ اور جس پر وہ متفق ہوں وہ قطعی طور پر ان کا راستہ ہوگا، لہٰذا وہی قطعی طور پر حق ہوگا، تو اس کی اتباع حتمی اور لازمی ہوگی اور اجماع کا سوائے اس

---

[1] المسودہ: ص ۳۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اور کوئی معنی نہیں ہے اور یہی مطلوب ہے۔

ب۔ سنت میں بہت سارے ایسے آثار آئے ہیں جو امت اسلامیہ کی عصمت پر دلالت کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اس امر پر اجماع اختیار کر لے، ان میں سے ایک آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِیْ عَلَی الْخَطَأِ))

''میری امت خطا پر جمع نہ ہوگی۔''

((لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِیْ عَلَی ضَلَالَةٍ))

''میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔''

اگرچہ یہ احادیث آحاد ہیں مگر ان کا معنیٰ متواتر ہے، سو وہ اس بات کا قطعی طور سے فائدہ دیتی ہیں کہ جس بات پر امت متفق ہوگی وہ حق اور درست ہوگا اور امت کا اجماع اس کے مجتہدین کے اجماع کی بدولت تشکیل پائے گا، سو اہل رائے اور معرفت وہی ہیں اور دیگر ان کے تابع ہیں ان کا اجماع حق اور درست ہوگا نیز جو حق ہے اس کی اتباع کرنا اور مخالفت نہ کرنا واجب ہے اجماع کی حجیت کا اس کے علاوہ اور کوئی معنیٰ نہیں ہے۔ ❶

---

❶ یہاں پر قابل نوٹ بات یہ ہے کہ جعفریہ کی رائے میں اجماع کی حجیت صرف اور صرف تب ثابت ہوگی جب اجماع کرنے والوں میں امام معصوم کا داخل ہونا منکشف ہوگا، جس طرح ان کے عالم الحلی نے اپنی کتاب تہذیب الاصول الی علم الاصول میں صراحت کی ہے، اور ان کے عالم ''الآرائک'' والے نے بھی اس معنی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اجماع کی حجیت اس اساس پر قائم ہے کہ امام معصوم کی ذات کا اجماع کرنے والوں میں داخل ہونا ثابت ہو جائے، یا جس بات پر انہوں نے اجماع کیا ہے ان سے اس کی موافقت کا علم ثابت ہو جائے یا اجماع کرنے والوں کے اقوال سے انداز اُامام کی رائے کا معلوم ہونا ثابت ہو جائے، (الآرائك: ص ۱۷۶۔۱۷۷) اور دیکھئے کفایۃ الاصول: ص ۶۹ و مابعدہا اور اصول الاستنباط از علامہ تقی حیدری ص ۱۴۵ و مابعدہا مگر نائینی نے اجماع کی حجیت میں ایک اور وجہ ذکر کی ہے وہ یہ کہ اجماع کرنے والوں کے پاس کسی معتبر دلیل کے بارے اس کا انکشاف کر دینا اور اس نے اس وجہ کو تمام مسلکوں میں قریب ترین ہونے کی بنا پر راجح قرار دیا ہے کیونکہ اجماع کرنے والوں میں امام معصوم کا داخل ہونا ایسا مسلک ہے کہ امام کی غیبت کے فرمان میں یہ قابل عمل نہیں ہے مگر صاحب الآرائک نے اس وجہ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ہمارے لیے امام معصوم کے قول کا انکشاف نہیں کرتی لہٰذا یہ حقیقت میں اجماع نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں تمام کے اتفاق کی حاجت نہیں ہے۔ نائینی کے بیانات کے لیے دیکھئے فوائد الاصول: ۱/ ۸۶۔۸۷ اور الآرائك: ص ۱۷۸.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج۔ مجتہدین کے اتفاق کے لیے شرعی دلیل ضروری ہے کیونکہ خواہش سے اجتہاد نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ ایسے مروجہ مناہج، متعین ضوابط اور مقررہ طریقوں کے موافق ہونا چاہیے جو خواہش پرستی سے بچاتے ہیں، جیسا کہ ہم مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں، اس بنا پر جب مجتہدین کسی رائے پر متفق ہوں تو ہمیں قطعی معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے ایسی شرعی دلیل یقیناً پائی ہے جو اس رائے پر قطعی دلالت کرتی ہے جس پر وہ متفق ہوئے ہیں، اس لیے کہ اگر اس دلیل کی اپنے مدلول پر قطعی دلالت نہ ہوتی تو حسب عادت اتفاق آسان نہ ہوتا، کیونکہ عقلیں اور طبیعتیں مختلف ہیں، لہٰذا جب دلیل بہت ساری وجوہات کا احتمال رکھتی ہو تو اتفاق خالص نہیں ہوتا۔

۱۷۲۔ اجماع کی اقسام

پہلی قسم صریح اجماع:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مجتہدین صراحت کے ساتھ اپنی آراء ظاہر کریں، پھر کسی رائے پر اجماع کر لیں، جیسے کوئی مسئلہ مجتہدین پر پیش ہوا اور وہ ایک جگہ پر جمع ہوں تو ہر ایک نے اپنی رائے کا اظہار کیا، پھر وہ کسی ایک رائے پر متفق ہو گئے یا جیسے ان میں سے ہر ایک پر مسئلہ پیش ہوا اور وہ الگ الگ تھے، تو وہ اس کے بارے میں کسی ایک رائے پر متفق ہو گئے یا یہ کہ بعض مجتہدین نے کسی مسئلہ میں فتویٰ دیا تو دیگر تک ان کا فتویٰ پہنچ گیا اور انہوں نے صراحت کے ساتھ اس کی موافقت کر دی یا کسی مجتہد نے کسی مسئلہ میں کسی معین حکم کے ساتھ فیصلہ دیا اور وہ حکم دیگر مجتہدین کو پہنچ گیا تو انہوں نے اس کی قولی، یا فتوے یا فیصلہ کے ذریعہ موافقت کی صراحت کی۔ اجماع کی یہ قسم قطعی حجت ہے نہ اس کی مخالفت جائز ہے نہ اس کا توڑ ڈالنا۔

دوسری قسم سکوتی اجماع:

یہ ہوتا ہے کہ مجتہد نے کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا، اور یہ رائے مشہور و معروف ہو گئی اور دیگر تک پہنچ گئی، تو انہوں نے خاموشی اختیار کی، نہ صراحت سے انکار کیا اور نہ صراحت سے اس کی موافقت کی۔ باوجود اس کے کہ کوئی رکاوٹ موجود نہیں اس طرح سے کہ مسئلہ کے بارے میں غور و فکر کے لیے درکار مدت گزر جائے، کسی کا خوف یا اس کی ہیبت یا اس کے علاوہ دیگر وہ رکاوٹیں جن کا ذکر ہم جلد ہی کریں گے، موجود نہ ہو، جو مجتہد کو خاموش رہنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر مجبور کرتی ہو۔ اس اجماع کے حکم میں اور اس کے اعتبار کی حد بندی میں علماء کے تین قول ہیں:

پہلا قول: یہ اجماع نہیں ہے، بلکہ ظنی حجت کے طور پر بھی یہ معتبر نہ ہوگا، اس قول کے قائلین شافعی اور مالکیہ ہیں۔

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ خاموش کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا، اس لیے کہ اس نے جو نہیں کہا وہ اس کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، جس طرح خاموشی کو دائمی طور پر موافقت پر محمول کرنا ممکن نہیں، چنانچہ کبھی اس کا سبب دیگر تک مسئلہ کا نہ پہنچنا ہو سکتا ہے، یا اس میں انہوں نے اجتہاد نہ کیا ہو، یا رائے قائم کرنے کے لیے درکار وقت نہ گزرا ہو یا خاموش کا یہ گمان کر لینا کہ اسے اپنی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں، اس اعتقاد کی وجہ سے کہ کسی اور نے اس کو اس کے رد کی مشقت سے کفایت کر دی ہے، یا اس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد کی بنا پر جس بات تک پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی حق ہوتا ہے لہٰذا رد اور انکار ضروری نہیں، یا وہ ظالم سلطان سے ڈرتا ہو، یا وہ کسی اور مجتہد کی ہیبت کی وجہ سے اپنی رائے ظاہر کرنے سے حیا کرتا ہو، ان احتمالات کی اور ان کے علاوہ کی موجودگی میں خاموشی کو قطعیت کے ساتھ موافقت پر لے لینا ممکن نہیں اور جب وہ موافقت کی دلیل نہیں ہے تو نہ اتفاق ہے اور نہ اجماع اور جب اجماع نہیں ہے تو حجت نہیں ہے۔

دوسرا قول: وہ ایسی قطعی حجت ہے جس کی مخالفت جائز نہیں، اس لیے کہ وہ صریح اجماع کی مانند ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہے، اکثر حنفی اس قول کے قائل ہیں اور یہی قول حنابلہ کا ہے۔ [1]

اس قول کی دلیل یہ ہے کہ خاموشی موافقت پر محمول ہے نہ کہ اس کے علاوہ پر بشرطیکہ اس پر قرینہ موجود ہو اور اسے موافقت کی علامت اعتبار کرنے سے روکنے والی رکاوٹیں ختم ہوں، قرینہ کی موجودگی کا اور رکاوٹوں کے ختم ہونے کا ثابت ہونا رائے کے مشہور کرنے سے ہوگا اور باقی مجتہدین تک اس کے پہنچنے سے ہوگا۔ مسئلہ کے اندر غور و فکر کے لیے درکار مدت کے گزرنے سے ہوگا، اس کے ساتھ ساتھ کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو اس رائے کی صراحت کرنے میں

---

[1] روضة الناظر وجنة المناظر للشيخ موفق الدين بن قدامة المقدسي: ص ٣٨١ ـ ارشاد الفحول: ص ٧٥، ٨٤.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حائل ہو جائے جس رائے تک مجتہد پہنچا ہے، اس طرح سے کہ وہ یہ گمان کر لے کہ اور نے رائے کا رد کر دیا، یا وہ اعتقاد کر لے کہ رد کی ضرورت ہی نہیں ہے، یا وہ حاکم کی ایذا رسانی سے ڈرتا ہو، اور انہی کی مانند دیگر وہ اسباب جو رائے کی صراحت کرنے سے مانع ہوں، تو جب ان تمام باتوں کی تحقیق کر لی جائے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے تو سکوت کے موافقت کی علامت اعتبار نہ کیے جانے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی اور اجماع ثابت ہو جائے گا اور اجماع قطعی حجت ہے۔

تیسرا قول: یہ اجماع تو نہیں ہے لیکن ظنی حجت ہے، اس قول کے قائلین میں بعض حنفیہ اور بعض شافعیہ ہیں۔

اس رائے کی دلیل: حقیقی اجماع یہ ہے کہ تمام کی جانب سے حقیقی اتفاق ہو، نہ کہ اندازے کے طور پر ہو، اور سکوتی اجماع میں یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ سکوت کے موافقت پر دلالت کرنے کے بارے جو کچھ بھی کہا جائے وہ صراحت کی مانند موافقت پر دلالت کرنے جیسی ہرگز نہیں ہو سکتی، لہٰذا اجماع کے طور پر اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا لیکن موافقت پر اس کی دلالت کے راجح ہونے کی وجہ سے۔ بشرطیکہ رکاوٹیں زائل ہوں، اسے ظنی دلیل تسلیم کر لیا جائے گا۔

۱۷۳۔ راجح قول:

حقیقت میں اجماع کے ثابت ہونے کے لیے مطلوب چیز یہی ہے کہ تمام کی جانب سے رائے پر موافقت ثابت ہو، اور موافقت کا ثابت ہونا جس طرح صراحت کے طریقہ سے پورا ہوتا ہے اسی طرح وہ دلالت کے طریقہ سے بھی پورا ہو جاتا ہے، لہٰذا ہم موافقت کے فقط بذریعہ تصریح ثابت ہونے میں محصور ہونے کی رائے نہیں رکھتے، کیونکہ خاموشی کے اندر موافقت پر دلالت کرنے کا طریقہ بن سکنے کی صلاحیت موجود ہے، بشرطیکہ اس پر قرینہ (احوالی علامت) موجود ہو اور رکاوٹیں ختم ہوں، جیسا کہ دوسرے قول والوں نے کہا ہے، اس لیے کہ اس حالت میں خاموشی اعلان ہے کیونکہ وہ ضرورت کے موقع پر ہے اور مجتہد پر خاموشی کب حرام ہے جب غلط رائے پیش کی جائے، خاص طور پر مجتہدین کے بارے میں گمان یہ ہے کہ وہ اظہار حق کی خاطر اپنی رائے ظاہر کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ اگر چہ اس جرأت کی پاداش میں انہیں مشقت اور تنگی کا سامنا کرنا پڑ جائے اور یہ گمان ہمارے اندر اس یقین کو تقویت دیتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ان کی خاموشی کو رضا مندی اور موافقت کے طور پر لیا جائے نہ کہ انکار اور مخالفت پر۔

رہی یہ بات کہ جب ہم پوری طرح سے خاموشی کے رضا مندی پر دلالت کرنے اور تصریح کی رکاوٹوں کے ختم ہونے کی واقفیت پر قدرت نہ رکھیں، تو اس حالت میں ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ جو حاصل ہوا ہے، یعنی سکوتی اجماع۔ اسے ظنی حجت سمجھا جائے اور وہ اصطلاحی معنی والا اجماع نہیں ہے۔

۴۷۱۔ کسی مسئلہ میں مجتہدین کے اختلاف کا دو قول پر ہونا: ❶

زمانے کے کسی وقت میں جب مجتہدین نے کسی مسئلہ کے حکم میں دو قول پر اختلاف کیا ہو تو کیا اس مسئلہ میں کسی تیسرے قول کی اختراع جائز ہوگی یا نہیں؟ اکثر نے اس سے منع کیا ہے، بعض نے جائز کہا ہے اور ایک فریق نے تفصیل اختیار کی ہے، جس کا بیان یہ ہے:

پہلا قول: تیسرے قول کی اختراع منع ہے کیونکہ اختلاف کا دو قول میں محصور ہونا اس مسئلہ میں کسی اور قول کے نہ ہونے پر ضمنی (ذیلی، ثانوی) یا مرکب (مجموعی) جیسا کہ اصول نے اس کا نام رکھا ہے۔ اجماع ہے، لہٰذا تیسری رائے کی اختراع تکمیل شدہ اجماع کو توڑنے کا باعث ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ جو کچھ حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ تیسری رائے کا قائل نہیں ہونا چاہیے اور کسی چیز کا قائل نہ ہونا اس چیز کے نہ ہونے کے قائل ہونے کا مطالبہ نہیں کرتا، اس لیے کہ ان دونوں باتوں کے درمیان واضح فرق ہے، لہٰذا ان کی کہی ہوئی بات ان کے اختیار کردہ مذہب کے جواز کا دفاع نہیں کر سکتی۔

دوسرا قول: کلی طور پر جائز ہے، اس قول کی دلیل یہ ہے کہ جب مجتہدین کے درمیان مسئلہ کے اندر ہمیشہ سے اختلاف ہوتا چلا آ رہا ہے تو یہ مسئلہ کے بارے میں اجماع نہ ہونے کی قطعی دلیل ہے، کیونکہ اجماع تمام کے اتفاق کا نام ہے، نہ کہ بعض کے اتفاق کا اور جب یہ اتفاق ہی موجود نہ ہوا، تو لہٰذا تیسرے اور چوتھے اور اس سے بھی زیادہ قول اختراع کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ یہ اجماع کے توڑنے کا باعث نہیں ہے۔

---

❶ ارشاد الفحول: ص ۷۶۔۷۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دلیل اگرچہ بظاہر قوی لگتی ہے مگر حقیقت میں یہ کمزور ہے کیونکہ اختلاف کرنے والوں نے جس میں اختلاف کیا ہے اس کے بعض میں ان کے اتفاق کا ثابت ہو جانا ممکن ہے اور یہ متفقہ مقدار ان کے اجماع کا محل ہے، لہٰذا اس کی مخالفت جائز نہیں اور اس قول والے اس بات سے غافل رہ جانے کی وجہ سے کلی طور پر جواز کے عام قرار دینے کی غلطی میں واقع ہوئے۔

تیسرا قول: تفصیل کا اختیار کرنا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اختلاف کرنے والوں کے درمیان مشترک اور متفقہ مقدار موجود ہو تو ایسے کسی تیسرے قول کی اختراع جائز نہیں جو اس اجماع کی حامل مقدار کے مخالف ہو، کیونکہ یہ موجودہ اجماع کو توڑنا سمجھا جائے گا اور یہ جائز نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ جب تیسرا قول اختلاف کرنے والوں کے مابین متفق چیز کے مقابل نہ ہو تو مسئلہ کے بارے میں کسی تیسرے قول کی اختراع جائز ہوگی، کیونکہ اس حالت میں وہ اجماع کے مقابل نہیں ہے۔ اس موقف کی وضاحت کے لیے ہم کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں:

أ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سگے بھائیوں یا باپ کی موجودگی میں وراثت سے دادا کے حصہ میں اختلاف دو قول کا ہے۔ پہلا: یہ کہ دادا بھائیوں کے لیے رکاوٹ ہے اور وہ اکیلا ہی سارے مال کا وارث ٹھہرے گا، بشرطیکہ بھائیوں کے ساتھ ان کے علاوہ کوئی اور نہ ہو۔ دوسرا: یہ کہ دادا بھائیوں کی موجودگی میں وارث بنے گا اور ان کے لیے رکاوٹ نہ ہوگا، اب ان دونوں قول والوں کے درمیان مشترک اور متفقہ مقدار یہ ہے کہ دادا بھائیوں کی موجودگی میں بدیہی طور سے وارث بنے گا اور اختلاف اس کے ان کے لیے رکاوٹ ہونے اور نہ ہونے میں ہے۔ تو دادا کے بھائیوں کی موجودگی میں وارث نہ ہونے کے تیسرے قول کی اختراع کرنا، ایسا قول ہے جو جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ سابقہ اجماع کے توڑنے کا باعث ہے، کہ دادا بھائیوں کی موجودگی میں بدیہی طور پر وارث بنایا جائے گا، اور یہی وہ مقدار ہے جو اختلاف کرنے والوں کے درمیان متفقہ ہے۔

ب۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عورت کی عدت میں بھی اختلاف کیا ہے جس کا خاوند فوت ہو جائے، ان کے ایک فریق نے کہا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور دوسرے فریق نے کہا ہے کہ مہینوں یا وضع حمل کی دو عدتوں میں سے جو زیادہ دور کی عدت ہوگی، اسے وہی گزارنی ہوگی تو ان دونوں قول والوں کے درمیان متفقہ مقدار یہ ہے کہ وضع حمل سے قبل فقط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہینوں کے ساتھ اکتفاء نہ کیا جائے، اب وضع حمل سے پہلے مہینوں کی عدت کے حساب کو اختیار کرنے کے تیسرے قول کی اختراع کرنا ایسا قول ہے جو درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ متفقہ مقدار کو توڑنے کا باعث ہے اور اجماع میں شگاف ڈالنا جائز نہیں۔

ج۔ ایسے تیسرے قول کے اختراع کرنے کی مثال جو کہ متفقہ مقدار کے بالمقابل نہیں ہے، یہ ہے کہ والدین اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کے درمیان وراثت کے مسئلہ کا محدود ہونا زمانہ اول کے مجتہدین نے اس کے اندر اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ کل مال کا تہائی بطور فرض حصہ کے ماں کا ہے، پھر میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ اسے دیا جائے، جو کہ بیوی کیلئے چوتھائی ہے اور خاوند کے لیے نصف ہے، پھر جو باقی بچے وہ باپ کو دیا جائے۔

دوسرا فریق: میاں بیوی میں سے ایک کے فرضی حصہ کے بعد باقی بچ جانے والے کے تہائی حصہ کو ماں کے لیے قرار دینے کی طرف مائل ہے اور جو باقی بچے گا وہ بطور عصبہ کے باپ کے لیے ہے۔

اور زمانہ تابعین میں محمد بن سیرین رحمہ اللہ جس بات کی جانب مائل ہوئے وہ یہ ہے کہ ماں کے لیے کل مال کا تہائی حصہ ہے اگر والدین کے ساتھ جو موجود ہے وہ بیوی ہو اور اگر والدین کے ساتھ موجود خاوند ہو تو اس کے فرضی حصہ کے بعد باقی بچنے والے کا تہائی حصہ ماں کا ہے اور یہ قول پہلے دونوں قولوں کے درمیان مشترک مقدار کے مقابل نہیں، لہٰذا یہ اجماع میں شگاف ڈالنے والا نہیں شمار کیا جائے گا اور اس کے قائل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

د۔ زمانہ اول کے فقہاء نے جب خاوند اپنی بیوی میں پھلبہری، یا جنون، عقلی خلل، یا شرمگاہ کا جڑا ہوا، یا شرمگاہ کی ہڈی کو بڑھا ہوا پائے تو خاوند کے نکاح کو فسخ کرنے کے حق کی حد بندی کی انتہاء میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے کچھ ان تمام عیوب کی بنا پر فسخ کے قول کی طرف گئے ہیں اور کچھ دیگر خاوند کے طلاق کا حق رکھنے میں اکتفا کرتے ہوئے فسخ کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں، تو جب کوئی مجتہد کہے کہ فلاں فلاں عیوب کی بنا پر فسخ جائز ہے اور ان کے علاوہ میں جائز نہیں ہے، تو اس کا یہ کہنا اجماع کے لیے توڑنا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ دونوں قول مشترک مقدار پر متفق نہیں ہوئے کہ جن عیوب کی بنا پر فسخ کا تیسرا قول آیا ہے وہ (مقدار) ان عیوب کا بعض ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷۵۔ ان اقوال میں سے راجح:

تیسرا قول راجح ہے، کیونکہ وہ اجماع کی حقیقت کو مدنظر رکھتا ہے، لہٰذا جب وہ کسی جزء میں مل جائے، خواہ وہ اختلاف والے مسئلہ میں ہی ہو، تو ایسے تیسرے قول کی اختراع کرنا جائز نہیں ہے جو اس کے مقابل ہو، مگر جب یہ چیز نہ ملے تو وہ جدید قول کی اختراع سے نہیں روکتا، کیونکہ ممانعت ایسے تیسرے قول کی ہے جو سابقہ اجماع میں شگاف ڈالے اور سابقہ اجماع کا نزول ان آراء کی تعداد پر نہیں ہے جن کی طرف اختلاف کرنے والے گئے ہیں جیسا کہ پہلے قول والوں نے کہا، یہاں تک کہ کسی تیسرے قول کی اختراع کو کلی طور پر ناجائز کہہ دیا جائے بلکہ اس کا نزول صرف مسائل کے احکام پر ہے، اور کبھی مسئلہ کی جزئیات میں سے کسی جزئی میں اتفاق کا حصول ممکن ہے اگرچہ عمومی طور سے مسئلہ میں اختلاف موجود ہے، جیسا کہ ہم مثال دے چکے ہیں، سو دادا کے بھائیوں کی موجودگی میں وارث بننے والے مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں میں سے کچھ نے کہا کہ دادا بھائیوں کی موجودگی میں وارث بنے گا اور کچھ دیگر نے کہا کہ بھائی دادا کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے، تو اس مسئلہ میں متفقہ جزئی یہ ہوئی کہ دادا وارث بنے گا لہٰذا اس متفقہ جزئی کو توڑنے والے قول کی اختراع جائز نہیں ہوگی۔

۱۷۶۔ اجماع کا اعتماد:

اجماع کا اعتماد کسی شرعی دلیل پر ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ بغیر علم اور بغیر دلیل کے دین کے بارے میں کچھ کہنا ہوس پرستی اور قطعی غلط ہے، نہ یہ جائز ہے اور نہ یہ واقع ہے کیونکہ امت ان احادیث کی بنا پر جن کا ہم نے ذکر کیا ہے خطا سے معصوم ہے اور اجماع کا جواز کبھی کتاب سے ہوتا ہے کبھی سنت سے۔ اجماع ہے کہ دادیوں اور بیٹیوں آگے ان کی بیٹیوں، سے نکاح حرام ہے، اجماع کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ﴾ (النسآء: ۲۳)

''حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں۔''

کیونکہ اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ آیت میں ماؤں سے مراد اصول کی حامل خواتین ہیں، سو وہ دادیوں کو شامل ہے اوپر جہاں تک بھی وہ پہنچتی ہوں اور بیٹیوں سے مراد فروع کی حامل خواتین ہیں، سو وہ صلبی بیٹیوں، اولاد کی بیٹیوں، نیچے جہاں تک بھی وہ پہنچتی ہوں، کو شامل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت پر مبنی اجماع میں سے یہ ہے کہ دادی کو وراثت میں سے چھٹا حصہ دینے پر ان کا اجماع کرنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے۔

اہل اصول نے اجتہاد اور قیاس کی رو سے اجماع کے منعقد کرنے کے جواز میں اختلاف کیا ہے، اکثر نے اسے جائز قرار دیا ہے اور ان کے علاوہ نے منع کیا ہے جیسے داؤد ظاہری اور ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور جدھر اکثریت گئی ہے ہمارا میلان بھی اسی کی طرف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں کئی ایسے اجماع منعقد ہوئے جن کی بنیاد اجتہاد یا قیاس تھا، قرآن کریم کے جمع کرنے پر انہوں نے اجماع کیا اور ان کا اعتماد مصلحت پر تھا، اور وہ اجتہاد کی اقسام میں سے ہے اور انہوں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے لیے تیسری [1] اذان کے اختراع کرنے پر موافقت کی اور ان کا اعتماد لوگوں کو نماز سے آگاہ کرنے کی مصلحت پر تھا، بالخصوص ان کے لیے جو ان میں سے مسجد سے دور تھے اور ان کا خنزیر کی چربی کے حرام ہونے پر اجماع کرنا، اسے اس کے گوشت کے حرام قرار دینے پر قیاس کرتے ہوئے۔ [2]

۱۷۷۔ اجماع کے انعقاد کا ممکن ہونا اور اس میں اختلاف:

جمہور علماء اجماع کے انعقاد کے ممکن ہونے کے اور علمی طور پر اس کے واقع ہونے کے قائل ہیں اور کچھ نے اس کے انعقاد کے عدم امکان کا اور سرے سے واقع نہ ہونے کا کہا ہے انہی میں سے نظام معتزلی ہے۔

اجماع کے انعقاد کے ممکن ہونے کو ممنوع قرار دینے والوں نے اس بات سے حجت لی ہے کہ مجتہدین کی شخصیت کی پہچان مشکل یا ناممکن ہے، اس لیے کہ مجتہد اور غیر مجتہد کے درمیان تمیز کا کوئی ضابطہ نہیں ہے، اور مزید یہ کہ جب اپنے شہر میں کوئی شخص اجتہاد کے ساتھ پہچان لیا جائے، تو اس کے اہل شہر ہی یا ان کے علاوہ اس کی اجتہاد کی اہلیت میں اس سے جھگڑنے والے ہوں گے اس پر مزید یہ کہ جب وہ اپنے لیے اجتہاد کی اہلیت میں اس سے جھگڑا کیے بغیر اسے جان لیں، تو ان کا جمع ہونا اور ان پر مسئلہ کا پیش کیا جانا انتہائی دشوار ہے،

---

[1] ایک پہلی اذان، پھر دوسری، پھر تیسری اقامت۔ اس اعتبار سے تیسری آذان کہا ہے، آسانی کے لیے اسے دوسری اذان بھی کہا جاتا ہے۔ محمد اسلم شاہدروی

[2] الآمدی: ۱/ ۳۲۰.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ علاقوں اور شہروں میں بکھرے ہوئے ہیں مزید یہ کہ جب اُن پر مسئلہ پیش کرنے کا ارادہ ہو اور وہ اپنی اپنی جگہوں میں موجود ہوں، تو بھی انتہائی مشکل ہے کہ ہر ایک کو مسئلہ پہنچایا جائے، اور قابل وثوق طریقہ سے اس کی رائے کو جانا جائے اور اس بات کا یقین حاصل کرنا کہ وہ تمام کی آراء کے حاصل ہونے کے وقت تک اپنی رائے پر قائم ہوگا ان تمام باتوں کے ساتھ اس بات کو بھی ملا لیا جائے کہ اجماع کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے، سو وہ اگر قطعی ہوگی تو لوگ اس سے واقف ہوں گے، غافل نہ ہوں گے، عادت یہی ہے کیونکہ قطعی کی صفت یہ ہے کہ وہ معروف اور عام ہو، لہٰذا اجماع کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر وہ ظنی دلیل ہے، تو عادت کے اعتبار سے اس پر اتفاق کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ استنباط میں مجتہدین کے افکار اور طبیعتیں مختلف ہیں۔

جمہور نے اسی بات سے دلیل لی ہے کہ ممنوع قرار دینے والوں نے ممکن وقوع والے امر کے بارے میں خالی شک ہی نہیں دلایا ہے، لہٰذا یہ توجہ کے قابل نہیں ہے اور اس کے وقوع کے ممکن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ فعلی طور پر واقع ہوا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں واقع ہوا ہے اور ہم تک ان سے بہت سارے اجماع منقول ہیں، جیسے ان کا وراثت میں دادی کے لیے چھٹے حصہ پر اجماع کرنا، اور مسلمان عورت کے غیر مسلم مرد سے شادی کے کالعدم ہونے پر ان کا اجماع کرنا، اور مہر تجویز کیے بغیر نکاح کے درست ہونے پر ان کا اجماع کرنا اور مفتوحہ اراضی کو فاتحین میں تقسیم نہ کرنے پر ان کا اجماع کرنا اور سگے بھائی اور بہنوں کے نہ ہونے پر باپ کی طرف سے ہونے والے بھائی اور بہنوں کے ان کے قائم مقام ہونے پر ان کا اجماع کرنا اور صلبی بیٹے کے بیٹے کے لیے رکاوٹ ہونے پر ان کا اجماع کرنا، ان کے علاوہ بھی بہت سارے اجماع ہیں تو زمانہ گذشتہ میں اجماع کا منعقد ہونا اس کے ممکن الواقع ہونے کی قطعی دلیل ہے، لہٰذا کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نہ وہ واقع ہوا اور نہ ہرگز واقع ہوگا؟

۱۷۸۔ اختلاف ہذا میں تفصیل کا واجب ہونا:

اس اختلاف میں جو بات ہم دیکھتے ہیں وہ تفصیل کا واجب ہونا ہے لہٰذا نہ ہم کلی طور پر جمہور کا قول لیتے ہیں اور نہ ہم کلی طور پر ممنوع کہنے والوں کا قول چھوڑتے ہیں اور جس تفصیل کو ہم دیکھتے ہیں وہ ممنوع کہنے والوں کی بات کا جائزہ لینے کو ضروری قرار دیتی ہے، لہٰذا ہم کہتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے درجہ پر: ممنوع کہنے والوں نے جو حجت پیش کی ہے کہ اجماع کی دلیل اگر قطعی ہے تو وہ لوگوں سے غائب نہیں ہے لہٰذا تب اجماع کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر وہ ظنی ہے تو معمول ان کے اتفاق کو ناممکن بنا دیتا ہے، یہ قول اپنے دونوں حصوں سمیت ان کی بات کے جواز کا دفاع نہیں کر سکتا، سو اجماع قطعی دلیل کا تقاضا ہونے کی وجہ سے دلیل ہی کو مزید تقویت پہنچاتا ہے اور اپنی دلیل کی تلاش سے بھی بے نیاز کرتا ہے، اور اگر اجماع کی دلیل خبر آحاد کی مانند ظنی ہو تو اس پر اجماع کے ممکن ہونے کو معمول ناممکن قرار نہیں دیتا بشرطیکہ دلیل کی دلالت اور معنی واضح اور ظاہر ہو اور اس حالت میں ظنی دلیل اجماع کو قطعیت کے مرتبہ تک بلند کر دیتی ہے۔

دوسرے درجہ پر: رہی وہ بات جس کو انہوں نے حجت بنایا ہے کہ مجتہدین کی شخصیات کا تعارف ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں...... الخ تو یہ قول غور و تحقیق کے لائق ہے، اس میں یہ کہہ دینا حق ہے کہ سلف کے دور دو واضح ادوار میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پہلا: صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور۔ دوسرا: ان کے بعد والوں کا دور۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بالخصوص سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں مجتہدین کم تھے ان کی شخصیات معروف تھیں، وہ سب تقریباً مدینہ میں موجود تھے یا ایسی جگہ پر تھے جہاں تک پہنچنا اور ان کی آراء کو حاصل کرنا آسان تھا۔

اجتہاد شوریٰ کی شکل اختیار کرتا تھا، تو اس دور میں جس طرح کی صورت حال ہم نے بتائی ہے اجماع کا انعقاد نہایت آسان ہوتا تھا اور بالفعل ہوا بھی۔ ہم تک ان کے بہت سے اجماعات منقول ہیں جن میں سے بعض کو جمہور نے بھی حجت بنایا ہے کچھ پہلے ہی ہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔

کبھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ اجماعات تمام کے تمام واضح ہیں اور یہ حق ہیں، جسے ہم قبول کرتے ہیں اور ہم ان کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن اس میں کونسی چیز ہے؟ سکوتی اجماع علماء کے ایک گروہ کے نزدیک صریح اجماع کی مانند ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اور اگر پوچھا جائے کہ کچھ علماء کے نزدیک سکوتی اجماع حجت نہیں ہے، لہٰذا تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوتی اجماع، اجماع کے وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ دیگر پر دلیل ہوگا تو ہم کہیں گے کہ مناسب یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سکوتی اجماع کو چند وجوہات کی بنا پر صریح اجماع کے ہم مرتبہ رکھا جائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قلیل ہونا اور ان کی شخصیات کا معلوم ہونا، جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں نیز اس وجہ سے بھی جو ان کی سیرتوں سے معلوم ہے کہ جس بات کو وہ حق سمجھتے اس کے کہنے میں جلدی کیا کرتے، نہ کسی سے خوف زدہ ہوتے اور نہ کسی کی ہیبت کا شکار ہوتے، اس عہد کو پورا کرنے کے لالچ میں جو اللہ تعالیٰ نے علماء سے لیا ہے کہ حق کو لازمی بیان کریں، اس کو چھپائیں نہیں اس موقع پہ ہمیں اپنی کہی ہوئی بات پر دلیل پیش کرنے کے لیے یہ ذکر کر دینا کافی ہوگا کہ یہ خوبی اتنی عام تھی کہ ہر ایک مسلمان تک میں موجود تھی، کیا ایسا نہیں دیکھا گیا کہ ایک عورت نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عورتوں کے مہروں کو کم کرنے کی رائے کو اختیار کرنے کے غلط ہونے کا ردعمل ظاہر کیا حالانکہ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، وہ معمولی سے خوف کا شکار بھی نہ ہوئی اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا وہ قصہ مشہور ومعروف ہے جس میں انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مفتوحہ اراضی کی تقسیم مسائلہ میں بحث ومباحثہ کیا، اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اعلانیہ مخالفت کی، بلکہ ان سے سختی کے ساتھ بات کی اس کے لیے یہ بات رکاوٹ نہ بنی کہ وہ امیر المومنین کی مخالفت کر رہے ہیں، حتیٰ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کوئی گنجائش نہ ملی سوائے یہ کہنے کے کہ ''اے میرے اللہ تو مجھے بلال سے کفایت کر اور اسے اس کا ساتھی بنا دے۔'' اس پر مزید کچھ نہ کہا اور نہ اس پر سرزنش کی۔ لہٰذا جب قوم کی کیفیت یہ ہو تو ہمارے لیے یہ تسلیم کر لینا بہت دشوار ہے کہ اس قوم کے مجتہدین کی خاموشی رضامندی اور موافقت کے بغیر تھی بلکہ ہم یقیناً قطعی فیصلہ کرنے کے قریب ہیں کہ ان کا سکوت رضامندی اور موافقت پر محمول ہے، بشرطیکہ یقین کے ساتھ ان تک رائے پہنچے ان تک رائے کا پہنچنا ان کی تعداد کے قلیل، جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، ہونے اور ان کے مدینہ یا اس کے قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے آسان تھا۔

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد کی بات ہے تو اجماع کے منعقد ہونے کو تسلیم کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ فقہاء دور دراز کے علاقوں میں اور متعدد اسلامی شہروں میں بکھر گئے ان کی تعداد بکثرت ہوگئی ان کے طریقے مختلف ہوگئے اور اجتہاد کا جو شورائی اسلوب زمانہ اول میں تھا وہ نہ رہا جس بات کا کہا جانا زیادہ سے زیادہ ممکن ہے وہ یہ ہے کہ بعض مسائل میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہادی احکام معرض وجود میں آئے اور مشہور ہوئے، اور ان کا مخالف معلوم نہ ہو سکا لیکن مخالف کا معلوم نہ ہوسکنا اور وہ بھی ایسی صورت حال میں جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس کے موجود نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا نتیجتاً ہماری استطاعت نہیں ہے کہ ہم اسے اجماع قرار دیں بلکہ سکوتی اجماع بھی نہیں۔

۱۷۹۔ دورِ حاضر میں اجماع کی اہمیت اور اس کے انعقاد کا ممکن ہونا:

اجماع فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے ایک اہم ماخذ ہے اور احکام کی ادلہ میں سے ایسی دلیل ہے کہ جس کی صحت اور اہمیت کی شہادت دی گئی ہے لہٰذا جدید واقعات جو کہ ہمارے آج کے دور میں بکثرت ہیں کے شرعی احکام کی واقفیت کے فائدے کا اس سے حصول ممکن ہے مگر اس فائدے کے حصول کا پورا ہونا تب تک ممکن نہیں جب تک فقہاء کا جمع ہونا اور ان پر مسائل کا پیش کیا جانا اور ان کے متعلق ان کی آراء کا معلوم کیا جانا مہیا نہیں ہو جاتا ہماری رائے میں، اسے مفید شکل وصورت دینے کا سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہیں کہ ایک ایسی فقہی مجلس کی تاسیس کی جائے جو عالم اسلامی کے تمام فقہاء پر مشتمل ہو اور اس کے لیے جگہ مقرر ہو اس کے لیے تمام ضروری لوازمات جیسے فنڈز، کتابیں، لکھاری مہیا ہوں اور نظام کے مطابق مقررہ اوقات میں ان کا اجلاس ہو، جس میں مسائل اور جدید واقعات بغرض مطالعہ اور نصوص شریعت اور اس کے عمومی قواعد واساسیات کی روشنی میں ان کے احکام اختراع کرنے میں غور وفکر کرنے کے لیے پیش کیے جائیں پھر انہیں وقت پر چھپنے والے رسائل یا مخصوص کتابوں میں شائع کیا جائے تاکہ لوگ ان سے مطلع ہوں اور ان کے اہل علم کی ان سے متعلق پیش کردہ آراء ظاہر کی جائے اس لیے کہ احتمال ہے کہ کچھ فقہاء کے لیے کسی بھی سبب کی وجہ سے اس مجلس فقہی میں شامل ہونا ممکن نہ ہو، مزید یہ کہ ان سے اپنی آراء براہ راست فقہی مجلس کو یا ہر ملک میں اس کے نمائندہ کو ارسال کرنا طلب کیا جائے اور مجلس فقہی کی آراء کی مزید تبلیغ کے لیے ریڈیو کی نشریات سے تعاون لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر اپنی نشر کردہ آراء کے متعلق جو آراء اسے موصول ہوں ان میں وہ غور کرے، تو جب مجلس کے ارکان کی آراء کسی حکم پر متفق ہو جائیں تو وہ اجماعی حکم ہوگا اور یہ اجماع اس اجماع کے قریب ہوگا جس کی صراحت اہل اصول نے کی ہے پھر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرنا واجب ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی فصل

چوتھی دلیل قیاس

۱۸۰۔ قیاس کی تعریف:

قیاس کا لغوی معنی ہے ایک چیز کو دوسری چیز سے ماپنا، جیسے کہا جاتا ہے قَسْتُ الْاَرْضَ بِالْمِتْرِ ، میں نے زمین کو میٹر سے ماپا۔

ایک چیز کے اپنے علاوہ سے موازنہ کرنے پر بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ہم ہر ایک کی دوسری کے ساتھ نسبت سے دونوں کی مقدار معلوم کرسکیں پھر قیاس کا استعمال دو چیزوں کے مساوی بنانے میں عام ہوگیا خواہ وہ مساوات حسی ہو یا معنوی، پہلی کی مثال کہنے والے کا یہ قول ہے کہ قَسْتُ الْوَرَقَةَ بِالْوَرَقَةِ ، میں نے ورقہ کو ورقہ کے ساتھ ماپ لیا اور دوسری کی مثال قائل کا یہ قول ہے عِلْمُ فُلَانٍ لَا یُقَاسُ بِعِلْمِ فُلَانٍ فلاں کے علم کا فلاں کے علم پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی اس کے برابر نہیں۔

اہل اصول کی اصطلاح میں قیاس: یہ ہے کہ جس چیز کے حکم پر نص وارد نہیں ہوئی اس کو حکم میں اس چیز کے ساتھ ملحق کرنا جس کے حکم پر نص وارد ہے، اس لیے کہ اس حکم کی علت میں دونوں مشترک ہیں۔ یا قیاس یہ ہے کہ جس واقعہ کے حکم میں نص وارد نہیں ہے اس کو حکم میں ایسے واقعہ کے برابر بنانا جس کا حکم متعین ہے، اس لیے کہ دونوں واقعے حکم کی علت میں برابر ہیں۔ ❶

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شارع کبھی کسی واقعہ میں متعین حکم صاف لفظوں میں بیان کر دیتا ہے اور مجتہد اس حکم کی علت سے واقف ہو جاتا ہے، پھر کوئی اور واقعہ پیش آتا ہے جس کا حکم صاف لفظوں میں وارد نہیں ہوا لیکن حکم کی علت میں وہ پہلے واقعہ کے مساوی ہوتا ہے، تو مجتہد اس واقعہ کو پہلے واقعہ کے ساتھ ملحق کر دیتا ہے اور حکم میں دونوں کو برابر ٹھہراتا ہے، تو یہ الحاق

❶ انظر تعاریف اخری للقیاس فی شرح الورقات فی الأصول، لامام الحرمین: ص۱۹۷۔۱۹۸ وارشاد الفحول: ص۱۹۸۔ والآمدی: ۳/ ۲۶۳۔ وما بعدھا والمستصفی، للغزالی: ۲/ ۵۴.

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیاس کہلاتا ہے، اہل اصول اس کے متعلق دیگر عبارتیں بھی استعمال کرتے ہیں، جیسے ان کا یہ کہنا کہ دو واقعات کو حکم میں برابر بنانا، یا حکم کو ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ تک منتقل کرنا، تو ملحق کرنے، مساوی بنانے اور متجاوز کرنے کی یہ عبارتیں ایک ہی معنیٰ پر دلالت کرتی ہیں، وہ یہ کہ کسی واقعہ میں صاف لفظوں میں آنے والے حکم کو ان واقعات تک منتقل کرنا جو علت میں اس کے مساوی ہوں اسی کا نام قیاس ہے۔

بنابریں قیاس حکم ثابت نہیں کرتا، وہ صرف اور صرف اس حکم سے انکشاف کرتا ہے جو حکم مقیس کے لیے اس وقت سے ثابت شدہ تھا جس وقت سے وہ مقیس علیہ کے لیے ثابت تھا اس لیے کہ حکم کی علت مقیس میں بالکل اسی طرح سے موجود ہے جیسے وہ مقیس علیہ میں موجود تھی، زیادہ سے زیادہ جو بات اس معاملے کی ہے وہ یہ ہے کہ مقیس میں حکم کا ظہور مجتہد کے حکم کی علت کے مقیس میں موجود ہونے کو منکشف کرنے تک متاخر ہوا ہے، لہٰذا قیاس حکم کو ظاہر کرتا ہے، اسے ثابت نہیں کرتا اور مجتہد کا عمل حکم کی علت معلوم کرنے اور مقیس اور مقیس علیہ کے حکم اور علت میں مشترک ہونے کو بیان کرنے تک محدود ہے، لہٰذا وہ ان دونوں میں حکم کے ایک ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۸۱۔ قیاس کے ارکان:

قیاس کی اصطلاحی تعریف سے ہم پر واضح ہوتا ہے کہ اس کے چار ارکان ہیں، جو یہ ہیں:

پہلا اصل: اس کا نام مقیس علیہ ہے اور یہ وہ شئے یا چیز ہے جس کے حکم میں نص وارد ہوئی۔

دوسرا اصل کا حکم: یہ وہ شرعی حکم ہے جو اصل کے متعلق نص میں آیا ہے اور فرع تک اس کی منتقلی مقصود ہے۔

تیسرا فرع: اس کا نام مقیس ہے یہ وہ ہے جس کے حکم میں نص نہیں آئی، اور مقصود یہ ہے کہ اصل کا حکم قیاس کے طریقہ سے اس کے لیے بھی ہو جائے۔

چوتھا علت: یہ وہ وصف ہے جو اصل میں موجود ہے اور اسی کی خاطر اس میں حکم مقرر کیا گیا ہے اور فرع میں اس وصف کی موجودگی کی بنا پر فرع کو اس حکم میں اصل کے مساوی بنانا مقصود ہے۔

رہا وہ حکم جو قیاس کے ذریعہ فرع کے لیے ثابت ہوتا ہے تو وہ قیاسی عمل کا نتیجہ یا ثمرہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا وہ قیاس کے ارکان میں سے نہیں ہے۔

۱۸۲۔ قیاس کی مثالیں:

پہلی: شراب کے حرام ہونے کی نص آئی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (المائدة: ۹۰)

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے اور پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔''

فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک شراب: اس مشروب کا نام ہے جو نشہ آور اور انگور سے کشید کردہ ہو نہ کہ اس کے علاوہ ہے۔ (1) یہ اصل ہے، اس کے حکم۔ جو کہ حرام ہے، کی نص آئی ہے اور کھجور یا جو نبیذ (مشروب) فرع ہے، اس کے حکم کی نص نہیں آئی، لیکن اس میں حکم کی علت موجود ہے اور وہ ہے نشہ آور ہونا، لہٰذا اس کو شراب پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ دونوں علت میں مشترک ہیں اور اس کے لیے بھی شراب ہی کا حکم ہوگا اور وہ ہے حرام۔

دوسری: وارث کا اپنے وارث بنانے والے کو قتل کرنا اصل ہے، اس کے حکم کی نص آئی ہے، اس کا حکم وراثت سے قاتل کی محرومی ہے اور نص نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے: ''قاتل وارث نہ ہوگا۔'' اور حکم کی علت قتل عمد کو چیز کے وقت سے پہلے جلد بازی کا ذریعہ بنانا ہے، تو اس کے برے ارادے کو اس پر پلٹ دیا جائے اور سزا کے طور پر اسے محروم کر دیا جائے گا اور وصی کا اپنے وصیت کنندہ کو قتل کرنا، اس کے حکم کی نص نہیں آئی لیکن اس واقعہ میں حکم کی وہ علت موجود ہے جو کہ پہلے واقعہ کی ہے: اور وہ ہے حرام طریقہ سے چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی جلد بازی کرنا۔ لہٰذا وصی کے اپنے وصیت کنندہ کے قتل کرنے کے واقعہ کو وارث کے اپنے وارث بنانے والے کے قتل کرنے کے واقعہ کے ساتھ ملحق کیا جائے گا، اس لیے کہ دونوں حکم کی علت میں مشترک ہیں۔ اور اس کی وجہ سے حکم میں ان کو برابر ٹھہرایا جائے گا لہٰذا

---

(1) صحیح بات یہ ہے کہ شراب ہر اس چیز کا نام ہے جو نشہ آور ہو، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: ''ہر نشہ آور شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔'' لیکن ہم نے ان فقہاء کے قول کی مثال قیاس کے عمل کی وضاحت کرنے کے لیے دی ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصی کو وصیت کردہ چیز سے محروم کر دیا جائے گا۔

تیسری: آدمی کا اپنے بھائی کی خرید پر خرید کرنا، یا اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح بھیجنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس سے ممانعت آتی ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''مومن مومن کا بھائی ہے، لہٰذا مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے، یا وہ اپنے بھائی کی خرید پر خرید کرے یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے۔'' اور حکم کی علت وہ زیادتی ہے جو اس تصرف میں یا اس تصرف میں دوسرے کے حق پر ہوتی ہے اور جو اسے تکلیف پہنچاتا ہے، نیز اس سے جو بغض وعداوت جنم لیتی ہے آدمی کا اپنے بھائی کے کرایہ پر لینے کے کرایہ پر لینا، ایسا واقعہ ہے جس کے حکم کی نص نہیں آئی، تو اسے پہلے واقعہ پر قیاس کیا جائے گا، اس لیے کہ دونوں واقعات حکم کی علت میں مشترک ہیں اس کی وجہ سے ان کو حکم میں برابر ٹھہرایا جائے گا جو کہ اس سے منع کرنا ہے۔

چوتھی: جمعہ کے دن نماز کی اذان کے وقت خرید وفروخت منع ہے، اس لیے اس حکم کی نص (صاف لفظوں) میں آئی ہے، جو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ﴾ (الجمعة: ۹)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔''

حکم کی علت تجارت کا نماز کی طرف دوڑنے میں رکاوٹ ڈالنا اور اسے فوت کر دینا کا احتمال ہے، اس وقت میں کرایہ پر لینے یا رہن رکھنے یا نکاح کرنے میں یہ علت موجود ہے لہٰذا خرید وفروخت پر قیاس کرتے ہوئے ان تصرفات کا حکم بھی ممنوع کا ہے۔

۱۸۳۔ قیاس کی شرائط:[1]

قیاسی عمل تب تک درست نہیں ہے جب تک اس میں مخصوص شرائط پوری نہ ہوں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اصل کے متعلق ہیں اور کچھ وہ ہیں جو قیاس کے دیگر ارکان کے متعلق ہیں۔

---

[1] فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت: ۲/ ۲۵۰ ومابعدها۔ المستصفی للغزالی: ۲/ ۳۲۵ ومابعدها. الآمدی: ۳/ ۲۷۷ ومابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جو شرط اصل کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی دوسری اصل کی فرع نہ ہو، یعنی اس کا حکم نص یا اجماع سے ثابت ہو، جہاں تک دیگر ارکان کی شرائط ہیں تو وہ کچھ تفصیل کی محتاج ہیں بالخصوص علت کی شرائط۔

۱۸۴۔ پہلے نمبر پر اصل کے حکم کی شرطیں:

أ۔ اس شرعی عملی حکم کا کتاب یا سنت کی نص (صاف لفظ) سے ثابت ہونا، رہا اس کا ثابت ہونا اجماع سے تو بعض اصولیوں نے کہا ہے کہ اس حالت میں قیاس صحیح نہ ہوگا کیونکہ قیاس حکم کی علت کے معلوم ہونے پر اور علت کے فروع میں ایسے موجود ہونے پر جو موجودگی اسے حکم میں اصل کے برابر بنا دے، کی اساس پر قائم ہے۔ جس کا حکم اجماع سے ثابت ہو اس میں یہ چیز ممکن نہیں ہے، کیونکہ اجماع میں اس کی دلیل کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور دلیل کے ذکر نہ ہونے پر حکم کی علت معلوم نہیں کی جا سکتی، لہٰذا قیاس ممکن نہیں۔

دیگر نے کہا ہے کہ قیاس کے ذریعے حکم کا فرع تک منتقل کرنا درست ہے اگر چہ حکم اجماع ہی سے ثابت ہو، کیونکہ حکم کی علت معلوم کرنے کے کئی طریقہ ہیں، ان میں سے: اصل اور اس کے حکم کے درمیان مناسبت ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی، لہٰذا اجماع میں دلیل کا عدم ذکر نقصان نہیں اور نہ وہ اس جگہ علت کی پہچان میں حائل ہوتا ہے یہی قول راجح ہے، جہاں تک بات ہے حکم کے اکیلے قیاس سے ثابت ہونے کی تو اس کو اصل بنانا اور اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، بلکہ جس اصل کے حکم پر براہ راست نص ہو اس پر قیاس کرنا واجب ہے۔

ب۔ وہ حکم عقلی چیز ہو، اس طرح سے کہ ایسی علت پر مبنی ہو جسے عقل سمجھنے کی استطاعت رکھتی ہو کیونکہ قیاس کی بنیاد حکم کی علت کے سمجھنے اور فرع میں ثبوتِ علت کے سمجھنے پر ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے اصل کے حکم کو فرع تک دونوں کے علت میں مشترک ہونے کی وجہ سے منتقل کرنا ممکن ہو جائے اور جب عقل کے لیے علت کا سمجھنا ناممکن ہوگا تو قیاس کرنا ناممکن ہوگا۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ عبادت گزاری کے احکام میں قیاس نہیں، یہ وہ احکام ہیں کہ جن علتوں پر ان کی بنیاد ہے ان علتوں کے علم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھنے کو ترجیح دی ہے اور ان کے معلوم کرنے کی راہ کسی کے لیے بھی نہیں رکھی، جیسے رکعتوں کی تعداد، زانی مرد وعورت کے سو کوڑے مارنے کی حد بندی، تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے مارنا، طواف کعبہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے چکروں کی مخصوص تعداد، اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ کے چکروں کی مقررہ تعداد، اور انہی کے مانند کے دیگر احکام۔

مگر جب اصل کا حکم عقلی چیز ہو یعنی ایسی علت پر مبنی ہو کہ عقل کے لیے اسے سمجھنا ممکن ہو تو اس حالت میں قیاس درست ہوگا بشرطیکہ علت معلوم ہو جائے اور فرع میں اس کا ثابت ہونا معلوم ہو جائے خواہ اصل کا حکم عزیمت کے احکام سے ہو اور یہ وہ ہیں جن کی تقرری آغاز ہی سے ہو، یا وہ رخصت کے احکام سے ہو اور یہ وہ ہیں جو عام قواعد سے علیحدہ ہوں، پہلے قسم سے شراب پینے کا حرام ہونا قاتل وارث کو، وراثت سے محروم کرنا اور دوسری قسم سے عرایہ کی تجارت ❶ اور لاچاری کے عالم میں مردار اور دیگر حرام اشیاء کا کھالینا ہے۔ ❷

ج۔ حکم کی علت ایسی ہو جس کا فرع میں ثابت ہونا ممکن ہو اور جب علت اصل تک محدود ہو اور اس کے علاوہ میں اس کا ثابت ہونا ممکن نہ ہو تو قیاس ممنوع ہے کیونکہ قیاس حکم کی علت میں فرع اور اصل کے مشترک ہونے کو ضروری قرار دیتا ہے لہٰذا: نتیجتاً قیاس ممکن نہ ہوگا جیسے سفر میں نماز کو قصر کرنا، سفر میں روزہ افطار کرنا، دونوں میں حکم کی علت سفر ہے اور حکم کا مقصد

---

❶ عرایہ کی تجارت یہ ہے کہ کھجوروں پر موجود تر پھل کو اس کے بقدر خشک کھجوروں کے عوض اندازے سے بیچنا یہ حکم حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چیز کو اس کی جنس کے بدلے تفاضل کے ساتھ بیچنے سے منع کیا ہے عرایا میں رخصت دی ہے۔'' صحیح بخاری میں ہے کہ: ''آپ ﷺ نے مزابنہ خشک کھجور خشک کھجور کے عوض بیچنے سے منع کیا، سوائے عرایا والوں کے، ان کے لیے آپ نے اجازت دے دی۔'' تو اس پر انگور کو قیاس کیا جائے گا اور بیل پر موجود انگور کو اس کے بقدر خشک انگور کے عوض اندازے سے بیچنا جائز ہے۔

❷ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ (المائدۃ: ۳) ''تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے علاوہ دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گھلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مرگیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن جسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو...... پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔'' لاچار کو شدت کی بھوک میں ان محرمات کا تناول کر لینا جائز ہے اور اس پر بیماری کی حالت کو، یا کسی بھی دیگر لاچاری کو قیاس کیا جائے گا اس کیلئے ان محرمات کا تناول کر لینا جائز ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشقت کو دفع کرنا ہے مگر یہ سفر کی علت مسافر کے علاوہ میں ثابت نہیں ہوتی لہٰذا مشقت کے کام اور تھکاوٹ کے پیشے والے کو اس پر قیاس کرنا ممکن نہیں۔

د۔ اصل کا حکم اسی کے ساتھ مختص نہ ہو کیونکہ حکم کا اس کے ساتھ خاص ہونا اس کے فرع تک منتقل کرنے کو روکتا ہے اور جب منتقل کرنا ممنوع ہے تو قیاس بھی قطعی ممنوع ہے کیونکہ اس حالت میں قیاس اس دلیل کے مخالف ہوگا جس نے اصل کے حکم کے ساتھ خاص ہونے پر دلالت کی اور دلیل کے مخالف قیاس باطل ہے، اسی سے رسول اللہ ﷺ کا چار بیویوں سے زائد کے ساتھ شادی کرنے کے جائز ہونے میں خاص ہونا ہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ لہٰذا اس حلال وحرام میں کسی کو آپ قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا اور اس کی مثال سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اکیلے کی گواہی کے قبول کرنے میں خاص ہونا بھی ہے، اس حکم کا ان کے ساتھ خاص ہونا نبی کریم ﷺ کے قول سے ثابت ہے کہ: ''جس کے لیے خزیمہ نے گواہی دی تو وہ اسے کافی ہے۔'' لہٰذا امت کے افراد میں سے کسی اور فرد کا ان پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا چاہے فضل وتقویٰ میں اس کا درجہ کچھ بھی ہو۔

۱۸۵۔ دوسرے نمبر پر فرع کی شرائط:

أ۔ فرع کے حکم پر نص کا نہ ہونا کیونکہ قیاس کی طرف تب ہی رجوع کیا جاتا ہے جب مسئلہ میں نص موجود نہ ہو اور اہل اصول کے ہاں ثابت شدہ بات ہے کہ نص کے مقابلہ میں اجتہاد بالکل نہیں اور جب نص موجود ہو تو قیاس بے مقصد ہے اور اس بنا پر کہنے والے کا قتل خطا کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ (النسآء: ۹۲) ''جو شخص کسی مسلمان کو بلاقصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا ہے۔'' پر قیاس کرتے ہوئے کہنا کہ قسم کے کفارہ میں غیر مومن غلام کی گردن کا آزاد کرنا کافی نہ ہوگا، غیر صحیح قیاس ہے کیونکہ یہ قسم کے کفارہ میں آمدہ نص میں جو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ (المائدة: ۸۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں لغو قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں فرماتا لیکن مؤاخذہ اس پر فرماتا ہے کہ تم جن قسموں کو مضبوط کردو، اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا ہے اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے۔“

کے خلاف ہے، نص میں غلام مطلق ہے، ایمان کی صفت سے مشروط نہیں ہے، لہٰذا اس کو قتل خطا کے کفارہ پر قیاس کر کے ایمان سے مشروط کرنا جائز نہیں۔

ب۔ اصل کی علت کا فرع میں موجود ہونا کیونکہ حکم کا فرع میں منتقل ہونا علت کے منتقل ہونے سے مشروط ہے، لہٰذا اصل میں موجودہ علت جس پر حکم کی بنیاد ہے اس کا بعینہٖ فرع میں موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ جب فرع علت میں اصل کے برابر نہ ہو تو اس کا حکم میں برابر ہونا ممنوع ہے کیونکہ یہ برابری، یعنی حکم کا اصل سے فرع کی طرف منتقل ہونا دونوں کے درمیان علت میں ایک دوسرے کے برابر ہونے کی بنیاد پر قائم ہے، تو جب یہ رک گئی تو حکم میں برابری بھی رک گئی۔

جس قیاس میں یہ شرط پوری نہ ہو اسے قیاس مع الفارق (کہ علت میں عدم برابری کے باوجود قیاس کرنا) کہا جاتا ہے، اس کی مثال: اس شفعہ (رفاقت یا ہمسائیگی) والی زمین کی تقسیم کا مسئلہ ہے جس میں شرکاء کا حق شفعہ ہو، کیا وہ ان کے درمیان افراد کی تضاد کے اعتبار سے تقسیم کی جائے گی اور ان کے حصوں کی مقدار کا کوئی اعتبار نہیں، یا وہ ان کے حصوں کی نسبت سے تقسیم کی جائے گی؟ حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ ان کے حصوں کی مقداروں سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کے درمیان برابری کے ساتھ تقسیم کی جائے گی، ان کے علاوہ نے کہا ہے کہ وہ ان کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کی جائے گی۔ انہوں نے اس قیاس سے دلیل پیش کی ہے کہ حق شفعہ کی بنا پر حاصل کردہ مال اس مال کی آمدنی کی مانند ہے جس کی ملکیت میں شراکت ہو اور وہاں پر آمدنی شرکاء کے درمیان مشترکہ مال میں ان کے حصوں کی نسبت سے فقہاء کے درمیان بغیر کسی اختلاف کے تقسیم کی جائے گی، تو شرکاء کی جانب سے شفعہ والی چیز کی ملکیت کو بطریقہ شفعہ اس پر قیاس کیا جائے گا، تو ملکیت میں ان کے حصوں کی نسبت سے وہ ان پر تقسیم کی جائے گی اور حنفیوں نے اس قول کا رد اس بات سے کیا ہے کہ یہ قیاس مع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفارق (کہ علت میں عدم برابری کے باوجود قیاس کرنا) ہے اس لیے کہ جہاں تک مملوکہ چیز کی آمدنی ہے تو اس میں سے جو ہر شریک کو ملے گا وہ اس کے بقدر ہوگا جو اس کی ملکیت سے پیدا شدہ ہے اور شفعہ کے طریقے سے لی جانے والی چیز ان کی ملکیت سے پیدا شدہ نہیں ہے، لہٰذا غیر کی ملکیت کے ثمرہ اور آمدنی کا کسی اور کے لیے ہو جانا ممکن نہیں۔

۱۸۶۔ علت کی شرائط:

علت قیاس کی بنیاد، اس کا مرکز اور عظیم رکن ہے اس کی واقفیت کی بنیاد پر اور فرع میں اس کی موجودگی کے ثابت ہونے پر قیاس مکمل ہوتا ہے نیز اس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اور مجتہد پر ظاہر ہوتا ہے کہ جس حکم کی نص آئی ہے وہ اس تک محدود نہیں ہے جس کے بارے میں وہ آیا ہے، بلکہ وہ حکم ان تمام واقعات کے بارے میں ہے جن کے اندر اس کی علت ثابت ہوگی۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے اور علت کی اہمیت کی وجہ سے ایسی تمہید پیش کرنا ضروری ہے جو علت سے مقصود یعنی اس کے اصطلاحی معنیٰ کو واضح کرے اور اس کے درمیان اور جسے حکمت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کے درمیان فرق واضح کرے، پھر جب اس کی تمہید ہو جائے گی تو ہم علت کی شرائط بیان کریں گے۔

۱۸۷۔ جمہور محققین کے ہاں:

یہ طے شدہ بات ہے کہ شرعی احکام بے مقصد مقرر نہیں کیے گئے، کہ ان کے تقرر کی جانب کسی سبب نے دعوت نہیں دی، اور نہ ان سے کسی قسم کے مقاصد کا حصول مقصود ہے، بلکہ ان کا تقرر صرف اور صرف بندوں کے دنیا اور آخرت میں فائدہ کی خاطر ہے یہ مطلوبہ فائدہ یا تو ان کے لیے منافعوں کا حاصل کرنا ہے اور یا پھر نقصانات اور خرابیوں کا دور ہٹانا اور ان سے تنگی کا ازالہ کرنا ہے، سو مصلحت ہی اپنی دونوں جانبوں سمیت شریعت سازی کا وہ امر یا ممانعت یا جواز کے طور پر ہوا اصلی باعث ہے۔ فرامین اور شرعی احکام خواہ وہ عبادات کے ہوں یا معاملات کے، ان کی تلاش اور جستجو نے اس پر راہنمائی کی ہے، قرآن کریم عام طور پر حکم کے ساتھ اس کی حصول نفع کی یا دفع نقصان کی اس حکمت کو بتا دیتا ہے جو حکم کی شریعت سازی کا باعث ہوتی ہے، جیسا کہ فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرة: ۱۷۹)

''اے عقلمندو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠)

''تم ان کے مقابلے کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (المائدة: ۹۰۔۹۱)

''بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ گندی باتیں شیطانی کام ہیں، ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، پس کیا ہو تم رُکنے والے؟''

اور اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ (الاحزاب: ۳۷)

''پس جبکہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں، اللہ کا (یہ) حکم تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کر ہی رہنے والا تھا۔"

سو پہلی آیت نے اس بات سے مستفید کیا کہ قصاص کی شریعت سازی کا مقصد زندگی کی حفاظت ہے۔

دوسری آیت نے یہ بات بیان کی کہ تیاری کا مقصد دشمن کو خوف زدہ رکھنا ہے تا کہ اسے جارحیت سے روکا جا سکے۔

تیسری آیت نے اس بات سے مستفید کیا ہے کہ شراب اور جوئے کو حرام کرنے کا مقصد ان سے جنم لینے والی خرابیوں کو جن میں عداوت اور بغض بھی شامل ہیں کی روک تھام کرنا ہے۔

چوتھی آیت نے اس بات سے مستفید کیا کہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اپنے لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں مسلمانوں سے تنگی ختم ہو جائے۔

اور انہی آیات کی مانند سورۂ حج میں آیا ہے:

﴿لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج: ٢٨)

"تا کہ وہ اپنے لیے فائدے حاصل کریں۔"

نماز کی فرضیت کے بارے میں آیا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: ٤٥)

"یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔"

انہی کی مانند زانی مرد اور عورت کے لیے حد کی شریعت سازی بھی ہے تا کہ نسبوں کی حفاظت ہو سکے اور چور کا ہاتھ کاٹنا، تا کہ مال محفوظ ہوں اور انہی کی طرح سے دیگر احکام بھی ہیں۔

سنت نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے، چنانچہ اس کے بڑے حصہ میں وہ چیز موجود ہے جو کہ اس کی شریعت سازی کے مقصد پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے، جیسے آپ علیہ السلام کا فرمان:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهٗ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ))

"اے نوجوانوں کی جماعت جو تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے تو اسے شادی کر لینی چاہیے کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ پست کرنے والی اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ بنانے والی ہے۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ))

''جو بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے تخفیف کرنی چاہیے کیونکہ ان میں مریض کمزور اور حاجت والے ہیں۔''

تو احکام کی شریعت سازی سے مقصود بندوں کی مصلحت کو عملی شکل دینا ہے اور یہ وہی مصلحت ہے جس کا نام حکم کی حکمت یا اس کا موقع ومحل رکھا جاتا ہے، لہٰذا حکم کی حکمت یہی وہ نفع کے حاصل کرلانے یا نقصان کے دور ہٹا دینے کی مصلحت ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کا شارع نے اس حکم کی شریعت سازی کے ذریعہ سے ارادہ کیا ہے۔

مگر قابل نوٹ بات یہ ہے کہ شریعت عام طور پر حکم کو اثبات کے طور پر یا نفی کے طور پر اس کی حکمت کے ساتھ نہیں جوڑتی، بلکہ وہ اسے ایک اور ایسے معاملے سے جوڑتی ہے کہ جس کے ساتھ حکم کے جوڑنے اور اس پر حکم کی بنیاد رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ معاملہ حکم کی حکمت کو عملی شکل مہیا کرتا ہے، یعنی حکم سے مطلوبہ مصلحت کو جیسے کہ رمضان میں روزہ چھوڑنے کا جائز ہونا ایسا حکم ہے کہ جسے اس کی دفع مشقت کی حکمت سے نہیں جوڑا، بلکہ اسے ایک دیگر سفر یا مرض کے معاملے سے جوڑ دیا کیونکہ اس جوڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حکم کی حکمت کو عملی شکل دیتا ہے۔

اس طریقہ کار کا سبب: حکمت کبھی کبھی پوشیدہ ہوتی ہے، اس کے وجود کا عملاً ثابت ہونا ممکن نہیں ہوتا، جس سے اس پر حکم کی اساس بھی ناممکن ہو جاتی ہے، جیسے کہ تجارت اور تمام معاوضات کے جائز قرار دینے میں ہے، یقیناً ان کے جائز کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کی جائز ضروریات کو پورا کرتے ہوئے ان سے تنگی کو ختم کیا جائے اور ضرورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے، تو شارع نے حکم کو ایک اور ایسے ظاہری معاملے سے جوڑ دیا جو کہ ضرورت کے عملی شکل میں ثابت ہونے کے گمان کا موقع ومحل ہے، وہ ہے ایک کا دوسرے کو ہاں اور قبول کرنا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حکمت ایک غیر منظم چیز ہوتی ہے، یعنی لوگوں کے اور ان کے تخمینوں کے مختلف ہونے سے وہ مختلف ہو جاتی ہے اور اس پر حکم کی اساس ناممکن ہوتی ہے کیونکہ وہ انتشار اور لاقانونیت کی طرف لے جاتی ہے، جس سے پابندی کا معاملہ ٹھیک نہیں رہتا، نہ اس کا تسلسل برقرار رہتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور نہ وہ منظّم ہوتا ہے اور احکام سے جان چھڑانے کے دعوے بکثرت ہوں گے۔

مثال کے طور پر مسافر کے لیے روزے کی چھوٹ میں حکمت مشقت کو دور کرنا ہے یہ ایک پوشیدہ اور غیر منظّم چیز ہے، تو شارع نے اس حکم کو ایک منظّم چیز سے جوڑ دیا، جو کہ سفر یا مرض ہے کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک حکم کی حکمت کی عملی تشکیل کے گمان کا موقع ومحل ہے اور دفع ضرر کے لیے حق شفعہ کی شریعت سازی بھی اسی کی مانند ہے ضرر ایک غیر منظّم چیز ہے، لہٰذا حکم کو شراکت داری یا ہمسائیگی سے جوڑ دیا کیونکہ کبھی کبھی خریدار کی طرف سے شریک اور پڑوسی دونوں کو ضرر پہنچتا ہے، تو ان دونوں باتوں سے حکم کو جوڑنے میں نقصان کے دور ہو جانے کے گمان کا موقع ومحل موجود ہے اور یہی شارع کا مقصود ہے۔

تو حکمت کے پوشیدہ اور غیر منظّم ہونے کی وجہ سے عام طور پر احکام کو اس کے ساتھ نہیں جوڑا گیا بلکہ انہیں ایسی ظاہر اور منظّم چیز سے جوڑا گیا کہ وہ حکم کی حکمت کی عملی تشکیل کے گمان کا موقع ومحل ہے اور یہ ظاہر اور منظّم چیز وہی ہے جس کا نام اہل اصول حکم کی علت، یا حکم کی مناط یا حکم کا مظنہ رکھتے ہیں۔

۱۸۸۔ حکم کی علت اور اس کی حکمت میں فرق:

اس بات چیت سے ہم پر واضح ہوا کہ حکم کی علت اور اس کی حکمت میں فرق یہ ہے کہ حکمت وہ مصلحت (فائدہ) ہے کہ حکم کی شریعت سازی سے جس کی عملی تشکیل کا شارع نے ارادہ کیا ہے اور علت وہ ظاہری اور منظّم وصف ہے جس پر حکم کی بنیاد ہے اور اثبات یا نفی کے طور پر جس سے اسے جوڑا گیا ہے، کیونکہ وہ حکم کی شریعت سازی سے مقصود مصلحت کی عملی تشکیل کے گمان کا موقع ومحل ہے اسی لیے اہل اصول کہتے ہیں کہ احکام اپنی علتوں سے جوڑے جاتے ہیں نہ کہ اپنی حکمتوں سے، اس معنی ومفہوم میں کہ جب بھی علت پائی گئی تو حکم موجود ہوگا اگرچہ بعض اوقات اس کی حکمت مؤخر ہی ہو اور جب بھی علت ختم ہوگئی تو حکم ختم ہوگا اگرچہ بسا اوقات اس کی حکمت موجود ہی ہو، کیونکہ حکم کو علت کے ساتھ جوڑنے میں حکمت کے ثابت ہونے کے گمان کا موقع ومحل ہے اور اس کا ثابت ہونا ہی غالب ہے اس کا مؤخر ہونا نادر ہے اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے، نادر کا نہیں...... جیسے کہ امتحان میں ایک طالب علم کا کامیابی کے درجات حاصل کرنا علوم کے متعلق اس کی واقفیت اور ان کے احاطہ کرنے اور تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اس مرحلہ کے اختتام کے لیے اس کی اہلیت کے اندازہ لگانے کا موقع ومحل ہے۔

مزید یہ کہ احکام کو علتوں سے جوڑنا پابندی کی درستگی کا، احکام کی تنظیم اور تسلسل کا اور عمومی شریعت سازی کے احکامات کی پائے داری اور ان کی وضاحت کا باعث بنتا ہے اور یہ فوائد اتنے بڑے ہیں کہ کسی وقت بعض جزئیات اور واقعات میں حکمت چھوٹ جانا ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

اسی لیے جب بھی مسلمان مسافر ہوگا تو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہوگا، اگر چہ وہ مشقت نہیں پاتا اور جو مقیم ہوگا اس کے لیے چھوٹ نہ ہوگی اگر چہ وہ اپنے کام میں مشقت پائے اور جب وہ زمین کی ملکیت میں شریک ہو اور دوسرا شریک اپنا حصہ کسی اور کو بیچ دے تو اسے بذریعہ حق شفعہ اس کے حصہ کا زبردستی مالک بننے کا اختیار حاصل ہوگا اگر چہ وہ خریدار سے کوئی نقصان نہ بھی پائے، اس لیے کہ حق شفعہ کا تعلق شراکت یا پڑوسی کے ساتھ ہے، نہ کہ عملی نقصان کے ساتھ اور جو شریک یا پڑوسی نہیں تو اسے شفعہ کے ذریعہ مالک بننے کا اختیار نہیں، خواہ اسے خریدار سے جتنا زیادہ نقصان پہنچے اور خرید شدہ کی ملکیت خریدار کی طرف اور قیمت کی ملکیت بیچنے والے کی طرف اسی لمحے منتقل ہو جائے گی، جس لمحے علت جو کہ ہر ایک کا دوسرے کو ہاں کرنا اور قبول ہے پائی جائے گی اگر چہ فریقین کے ہاں حاجت موجود نہ ہو اور اسی کی مانند سے۔

جو ہم نے کہا ہے وہ بعض فقہاء کے مجبور کی طلاق کے یا اس کے سودے کے واقع ہونے کے مذہب کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا، کیونکہ علت کو حکم کی بنیاد تسلیم کیا جانا، علت کا حکمت کے ثابت ہونے کے گمان کا موقع ومحل تسلیم کیے جانے کی وجہ سے ہے، تو جب علت سے یہ گمان ختم ہو جانے پر قطعی قسم کی دلیل موجود ہوگی تو علت کا اس سے خاتمہ ہو جائے گا اور جبر بعض فقہاء کی نظر میں علت سے اس خاصیت کے ختم ہو جانے کی قطعی دلیل ہے۔ لہٰذا علت معتبر نہ ہوگی، تو حکم بھی موجود نہ ہوگا۔

۱۸۹۔ علت کی شرائط:

علت کا مطلب اور اس کی حکمت کے درمیان فرق بیان کرنے کے بعد اب ہم ذیل میں علت کی شرائط بیان کرتے ہیں:

پہلی شرط: علت کا ایک نمایاں صفت ہونا۔ اس کے نمایاں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے وجود کا اصل اور فرع میں ثابت ہونا ممکن ہو، کیونکہ علت ہی حکم کی علامت اور اس کی پہچان کروانے والی ہے، یعنی فرع میں اس کی موجودگی کی وجہ سے ہی اصل کا حکم فرع کا حکم ہوتا ہے، تو جب علت ایسی مخفی ہو کہ حواس اس کو نہ پاسکیں تو حکم پر اس کی دلالت ممکن نہ ہوگی، لہٰذا تب علت کا واضح اور غیر مخفی ہونا ضروری ہے، جیسے شراب میں نشہ کا ہونا، نشہ اس کے حرام ہونے کی علت ہے اور وہ ایسا وصف ہے جس کے وجود کا شراب میں ثابت ہونا ممکن ہے، جس طرح کہ ہر نشہ آور مشروب میں اس کا ثابت ہونا ممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب علت ایک مخفی وصف ہو تو شارع اس کا قائم مقام ایسے امر کو بناتا ہے جو کہ نمایاں ہو اور اس کے ثابت ہونے کے گمان کا موقع و محل ہو اور اس پر دلالت کرتا ہو، جیسا کہ عوض والی اشیاء میں باہمی رضا مندی اور یہی نقل ملکیت کی بنیاد ہے اس کی علت ایسا مخفی امر ہے کہ جس کا تعلق دل اور نفسانی اضطرابات سے ہے اور ان کے پانے کی کوئی راہ نہیں ہے، لہٰذا وہ علت ہونے کے لائق نہیں ہے، اسی لیے شارع نے ایک نمایاں بات کو اس کا قائم مقام ٹھہرایا ہے اور وہ ہے عقد کے الفاظ۔

اسی طرح قتل عمد قصاص کی علت ہے مگر عمد (جان بوجھ کر ارادۃً) اندرونی بات ہے جسے سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا تو شارع نے ایک ایسی نمایاں چیز کو عمد کا قائم مقام بنا دیا جو کہ قتل کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس پر راہنمائی کرتی ہے اور وہ قاتل کا ایسے آلہ کو استعمال کرنا جو مار ڈالتا ہے جیسے تلوار، پستول اور بندوق۔

اسی طرح خاوند کے اپنی بیوی سے ہم آغوش ہونے سے اس کے قطرہ منی کا اس کی بچہ دانی میں پہنچنا نسب کے ثبوت کی علت ہے، لیکن یہ ایک مخفی چیز ہے جس پر مطلع ہونے اور یقین حاصل کرنے کی کوئی راہ موجود نہیں ہے، تو شارع نے ایک ایسی نمایاں چیز کو اس کا قائم مقام ٹھہرایا جو کہ اس پر دلالت کرتی ہے اور وہ صحیح عقد زوجیت، یا اس کے ساتھ ہمبستری کا امکان یا اس کا عملی طور سے واضح ہونا ہے، فقہاء کی آراء اس میں مختلف ہیں۔

دوسری شرط علت کا منظم صفت ہونا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفت متناہی ہو، یعنی ایسی متعین اور مقررہ حدود کی حقیقت والی ہو کہ اشخاص اور احوال کے مختلف ہونے سے یکساں رہتی ہو، یا ایسی معمولی سی مختلف ہوتی ہو کہ جو قابل توجہ نہ ہو۔ جیسے قتل ہے کہ اس کی وجہ سے قاتل کو وراثت سے محروم کرنا، یہ ایسی متعین اور مقررہ حدود کی حقیقت والی ہے کہ قاتل اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتول کے مختلف ہونے سے یہ مختلف نہیں ہوتی، لہٰذا قاتل جس کے لیے وصیت کی گئی کا قاتل وارث پر قیاس کیا جانا ممکن ہے اور نشہ شراب کے حرام ہونے کی علت ہے اور اس کی متعین حدود والی حقیقت ہے کہ اس سے عقل پر خلل طاری ہوتا ہے اور یہ حقیقت نفس شراب کے لیے ثابت شدہ ہے اور نشہ کا کسی رکاوٹ کی وجہ سے آدمی کو نہ ہونا اہمیت نہیں رکھتا اور نشہ لانے کی اس صفت کا ہر نشہ آور نبیذ میں ثابت کرنا ممکن ہے اور نبیذوں کا آپس میں کبھی کبھی نشہ لانے کی قوت وضعف میں مختلف ہونا اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ یہ معمولی اختلاف ہے جو کہ نشہ لانے کی حقیقت اور اس کے وجود پر اثر نہیں ڈالتا، لہٰذا یہ قابل توجہ نہیں ہے۔

اس شرط کا سبب: یہ ہے کہ قیاس کی بنیاد فرع کا اصل کے ساتھ حکم کی اس علت میں برابر ہونا ہے جس علت پر خود اس حکم میں برابری مرتب ہوتی ہے، جب علت مقررہ حدود والی نہ ہو تو فرع کے اصول کے ساتھ اس علت میں برابری کا حکم لگانا ممکن نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جب صفت غیر منظّم ہو تو ہم شارع کو پاتے ہیں کہ وہ ایسی منظّم چیز کو اس کا قائم مقام بناتا ہے کہ وہ اس صفت کے ثابت ہونے کی گمان گاہ ہوتی ہے، جیسے وہ مشقت جو رمضان میں روزہ چھوڑنے کے جواز کی علت ہے، اس علت کے غیر منظّم ہونے کی وجہ سے شارع نے اس کا قائم مقام ایسی چیز کو بنایا کہ وہ مشقت کی گمان گاہ ہے اور وہ سفر اور مرض ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾(البقرة:۱۸۴)

''لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے۔''

تیسری شرط علت کا مناسب صفت ہونا: صفت کا حکم کے مناسب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے موافق ہو، یعنی وہ مصلحت جس کا شارع نے حکم کی شریعت سازی سے قصد کیا ہے وہ حکم کو اس صفت کے ساتھ جوڑنے سے ثابت ہوتی ہو جیسے: قتل عمد (جان بوجھ کر) ایسا وصف ہے جو قصاص کے اس کے ساتھ جوڑنے کے مناسب اور موافق ہے، یا وراثت سے محروم کرنے کو اس کے ساتھ جوڑنا بشرطیکہ مقتول اس کو وارث بنانے والا ہو، کیونکہ اس جوڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حکم کی شریعت سازی سے مقصود حکمت کو ثابت کرتا ہے اور وہ لوگوں کی جانوں کو ہلاکت سے بچانا ہے اور نشہ آور ہونا شراب کو حرام ٹھہرانے کیلئے مناسب وصف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، کیونکہ اس وصف پر حکم کی اساس قائم کرنے میں عقل کی حفاظت ہوتی ہے، چوری ایسا وصف ہے جس کیلئے مرد چور یا عورت چور کے ہاتھ کے کاٹ ڈالنے کو واجب ٹھہرانے کی شریعت سازی مناسب ہے کیونکہ کاٹ ڈالنے کو چوری سے جوڑنے کے نتیجہ میں لوگوں کے مالوں کی حفاظت ہے اور رمضان میں سفر کرنا روزہ چھوڑنے کے جائز ہونے کے حکم کے لیے مناسب وصف ہے کیونکہ اس جوڑ کی بدولت حکم کی حکمت یعنی دفع مشقت کا ثابت ہونا غالب ہو جاتا ہے۔

تو حکم کی شریعت سازی کا حقیقی سبب: اس کی حکمت کو ثابت کرنا ہے اور اگر یہ حکمت تمام احکام میں نمایاں اور منظم ہوتی تو یقیناً وہی علت ہوتی، لیکن اس کے نمایاں نہ ہونے یا منظم نہ ہونے کی وجہ سے ان کے قائم مقام ایسے نمایاں اور منظم اوصاف کو بنایا گیا کہ وہ ان کے ثابت کرنے کی گمان گاہ ہیں۔

اس شرط کی بنا پر ان اوصاف کو علت بنانا ٹھیک نہیں کہ ان کے درمیان اور حکم کے درمیان مناسبت و موافقت نہیں ہے اور یہی وہ اوصاف ہیں جن کا نام معالجاتی یا حادثاتی اوصاف رکھا جاتا ہے، جیسے شراب کا رنگ، اس کا بہاؤ دار، اور ذائقہ دار ہونا۔ ان میں سے کوئی چیز اس لائق نہیں ہے کہ وہ شراب کے حرام ٹھہرانے کے لیے مناسب وصف بن سکے، اسی طرح چور کا مالدار ہونا یا صاحب حیثیت ہونا، یا دیہاتی ہونا اور جس کی چوری ہوئی اس کا فقیر ہونا یا مزدور ہونا، ان اوصاف میں سے کوئی چیز اس لائق نہیں کہ وہ چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹنے کے حکم کے لیے مناسب وصف بن سکے اور اسی طرح قتل عمد کرنے والے مرد یا عورت یا عراقی یا تعلیم یافتہ یا جاہل ہونا، ان میں سے کوئی اس لائق نہیں کہ وہ قصاص کے واجب کرنے کے لیے یا اس کے وراثت سے بشرطیکہ اس کا مقتول ہی اسے وارث بنانے والا ہو، محروم کرنے کے حکم کیلئے مناسب وصف بن سکے۔

چوتھی شرط علت کا متجاوز ہونے والی صفت ہونا: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صفت اصل تک ہی محدود نہ ہو کیونکہ قیاس کی بنیاد فرع کے اصل کے ساتھ حکم کی علت میں باہم شریک ہونے پر ہے، اس لیے کہ اسی باہمی شراکت یا برابری کے سبب ہی اصل کے حکم کو فرع کے لیے متجاوز کرنا ممکن ہے، تو جب اصل تک ہی محدود علت کو علت بنایا جائے گا، یعنی اس کے علاوہ اور کوئی نہ پائی جائے، تو فرع میں علت کے معدوم ہونے کی وجہ سے قیاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ختم ہو جائے گا، جیسے سفر مسافر یا مریض کے لیے روزہ چھوڑنے کے جائز ہونے کی علت ہے اور یہ علت سوائے مسافر یا مریض کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا یہ انہی دونوں تک محدود ہے، ان کے علاوہ کسی اور کی طرف متجاوز نہیں ہوگی، جیسے کان کنی کا مزدور، یا کشتی کا ملاح۔ اگرچہ یہ دونوں اپنے اپنے کام میں بڑی مشقت اٹھاتے ہیں، برخلاف نشہ آور ہونے کے جو کہ شراب کے حرام ٹھہرنے کی علت ہے، یہ وصف ہر نشہ آور نبیذ میں پایا جاتا ہے، اس لیے وہ اصل تک محدود نہیں ہے۔

پانچویں شرط علت کا ان اوصاف سے ہونا جن کے اعتبار کو شارع نے کالعدم نہ کیا ہو: یعنی اس وصف کے کالعدم ہونے اور عدم اعتبار پر شرعی دلیل موجود نہ ہو، کبھی کبھی آغاز ہی میں مجتہد کے ذہن میں آجاتا ہے کہ مقررہ وصف اس لائق ہے کہ وہ مقررہ حکم کے لیے مناسب وصف بن سکے لیکن حقیقت میں وہ وصف نص اور شرعی دلیل کے مخالف ہوتا ہے، لہٰذا نہ وہ معتبر ہوگا اور نہ حکم کے لیے مناسب ہوگا، اس لیے کہ جو دلیل سے مخالف ہے وہ قطعی باطل ہے، رمضان میں بذریعہ جماع روزہ توڑنے والے کے کفارہ کے بارے میں کبھی مجتہد پر جو ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا شخص اگر شروع ہی سے گردن آزاد کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لیے کفارہ ساٹھ دنوں کے روزوں کا ہونا چاہیے کیونکہ کفارہ کی حکمت جو کہ دھمکانا اور باز رکھنا ہے کے ثابت کرنے کے لیے یہی مناسب ہے، یہ اسی قسم سے ہے کیونکہ یہ قول شریعت میں وارد شدہ نص کے متصادم ہے، نص میں کفارہ کی ترتیب کی ابتدا گردن کے آزاد کرنے سے ہے، پھر جو اس کی طاقت نہ رکھے اس کے لیے ساٹھ دنوں کے روزے ہیں، پھر جو اس کی قدرت نہ رکھے اس کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اس بنا پر فقہاء نے اندلس کے اس قاضی کو غلط قرار دیا جس نے خلیفہ کو یہ فتویٰ دیا کہ جماع کے ذریعہ روزہ توڑنے والے کا کفارہ ساٹھ دنوں کے روزے ہی ہیں اس بات کو جواز بناتے ہوئے کہ خلیفہ گردن آزاد کرنے کی قدرت رکھتا ہے، لہٰذا کفارہ کی یہ شق اسے ڈرا دھمکا کر روزہ توڑنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

اسی طرح مرد و عورت کا بنوت میں مشترک ہونا وراثت میں برابر قرار دیئے جانے کے حکم کے لیے مناسب وصف اعتبار قطعی غلط ہے، کیونکہ شارع نے پیش کردہ حکم کے لیے اس وصف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مناسبت کو کالعدم قرار دیا ہے، دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ (النساء: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔''

آگے فرمایا:

﴿فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ (النسآء: ۱۱)

''یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ ہیں۔''

اسی طرح بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ مرد و عورت دونوں کا عقد نکاح میں مشترک ہونا ان دونوں کے حق طلاق میں واجبی طور پر مشترک ہونے کے قول کے لیے مناسب وصف ہے، تو ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ شرعی ادلہ نے دلالت کی ہے کہ طلاق مرد کے ہاتھ میں ہے، نہ کہ عورت کے اور عقد میں اپنے لیے اس حق کی شرط لگا لینے کے باوجود بھی عورت کے لیے اس کا جائز نہ ہونا ان باتوں میں شامل ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ شارع نے عقد نکاح میں مرد کو عورت کے برابر قرار دیئے جانے کے اس وصف کی مناسبت کو کالعدم قرار دیا ہے جس کی مناسبت کے وہم میں ان دونوں کو حق طلاق میں برابر قرار دینے کا حکم تجویز کرنے کے قول کا قائل مبتلا ہے۔

۱۹۰۔ حکم اور علت کے درمیان مناسبت: (1)

ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ علت کی شرطوں میں سے ہے کہ وہ حکم کے لیے مناسب وصف ہو، یعنی وہ حکم کی حکمت اور اس کی شریعت سازی سے مقصود غرض کو ثابت کرنے کی گمان گاہ ہو، اور یہ مناسبت نفسانی خواہشوں اور شہوتوں کے حوالے نہیں کی گئی۔ بلکہ اس کے پختہ قوانین ہیں، لہٰذا اعتبار کرنے کی اقسام میں سے کسی قسم کے ذریعہ سے شارع کے مناسبت کو معتبر تسلیم کرنے سے ہی وہ ثابت ہوگی، اسی وجہ سے اہل اصول نے وصف مناسب کو شارع کے معتبر تسلیم کرنے اور اسے کالعدم کرنے کی جہت سے ذیل کی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

(1) الآمدی: ۳/ ۴۰۵ ومابعدھا، فواتح الرحموت: ۲/ ۲۵۵ وما بعدھا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۱۔ پہلی قسم مناسب موثر:

یہ وہ وصف ہے جس کے وجود کو حکم کے ذاتی وجود کے لیے شارع نے بعینہٖ علت تسلیم کیا ہے، یعنی اس حکم کے لیے جس کو اس پر بنیاد ڈالتے ہوئے اس نے شریعت قرار دیا ہے اور یہ وصف کے اعتبار کرنے کے طریقوں میں سے سب سے کامل طریقہ ہے اور اسے مناسب موثر کا نام دیا گیا ہے، کیونکہ اس کو یہ کامل اعتبار شارع کے اعتبار کرنے سے ملا ہے گویا کہ اس نے دلالت کی کہ اس حکم نے اس سے جنم لیا ہے یا وہ ان کے نشانات میں سے ہے یہ مناسب کی اعلیٰ ترین قسم ہے قیاس کے قائلین کے ہاں اس پر قیاس کرنے کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی مثال: ﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ﴾ (البقرة: ۲۲۲) ”وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے تو حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔“ تو حالت حیض میں الگ رہنے کو واجب قرار دینے کا حکم اس فرمان سے ثابت ہے اور اس کا انداز اس بارے میں واضح ہے کہ حیض سے پیدا شدہ اذیت ہی کے حکم کی علت ہے، تو وہ (یعنی اذیت) وصف موثر ہے۔ اسی سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے: ”میں نے تمہیں صرف آنے والے گروہوں کی وجہ سے منع کیا تھا۔“ یعنی میں نے تمہیں مدینہ میں آنے والے بادیہ نشینوں کے کھانے پینے کی اشیاء کے ضرورت مند ہونے کی وجہ سے قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، تو یہ اس بارے میں صریح نص ہے کہ ذخیرہ کرنے سے روکنے کی علت آنے والے گروہ تھے، سو آنے والا گروہ مناسب موثر وصف ہے، اس کی ایک اور مثال یہ بھی ہے:

﴿وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ (النسآء: ٦)

”اور یتیموں کو ان کے بالغ ہونے تک آزماتے رہو، پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو۔“

تو یہ قرآنی فرمان اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ جو بلوغت کو نہیں پہنچا اس کی مالی سرپرستی کی جائے گی اور اس کے سرپرست کے لیے یہ حق تسلیم شدہ ہے اور یہ کہ اس حکم کی علت یقیناً کم عمری ہے اور اس پر اجماع ہے یعنی کہ کم عمری ہی نوعمر کے مال کی سرپرستی کرنے کے حکم کی علت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۹۲۔ دوسری شرط مناسب موافق:

یہ وہ وصف ہے جس کے وجود کو حکم کی علت تسلیم کرنے کی دلیل شارع کی جانب سے موجود نہیں، تاہم اس وصف کے وجود کو جنس حکم (حکم کی قسم) کی علت تسلیم کرنے یا جنس وصف (وصف کی قسم) کو ذات حکم کی علت تسلیم کرنے یا جنس وصف کو جنس حکم کی علت تسلیم کرنے پر نص یا اجماع میں سے کوئی شرعی دلیل ضرور قائم ہو۔

سو جب مجتہد شرعی حکم کی علت مناسب کی اس قسم کو بنائے گا تو اس کا علت بنانا شارع کے علت بنانے اور احکام کی تاسیس کرنے کے طریقہ کار کے موافق ہوگا لہٰذا اس کی علت سازی اور اس پر قیاس صحیح ہوگا ذیل میں ہم مناسب کی اس قسم کے طریقہ کار کی کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں:

أ۔ اس وصف کی مثال جس کے عین وجود کو شارع نے حکم جنس کی علت تسلیم کیا وہ باپ کے لیے کم عمر اور کنواری بیٹی کی شادی کرنے کی سرپرستی کا ثابت ہونا ہے اس حکم کی علت حنفیہ کی رائے میں: کم عمری ہے، نہ کہ کنوارہ پن، وہ اس سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ شارع نے اس وصف کے معتبر ہونے کی گواہی دی ہے، جہاں اس نے اس وصف کو مال کی سرپرستی کے لیے علت ٹھہرایا ہے، تو یہ سرپرستی اور شادی کی سرپرستی ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے عمومی سرپرستی۔ تو گویا شارع نے ہر اس چیز کے لیے کم عمری کو علت تسلیم کیا ہے جو چیز بھی سرپرستی کی قسم سے ہے، یعنی سرپرستی کی تمام اقسام کے لیے، لہٰذا کم عمری ہی وہ مناسب وصف ہوا جس کے ساتھ کم عمر بیٹی کی شادی کی سرپرستی کے حکم کو وابستہ کیا جائے، خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ ہو۔

ب۔ اس وصف کی مثال جس کی جنس (قسم) کو شارع نے حکم کی علت تسلیم کیا بارش والے دن نمازوں کو جمع کرنا ہے، ان فقہاء کے نزدیک جنہوں نے اس کو لیا ہے، جیسے امام مالک رحمہ اللہ ہیں، بارش والے دن جمع کرنے کے جائز ہونے کی سنت وارد ہے لیکن سنت نے اس حکم کی علت صراحت کے ساتھ بیان نہیں کی۔ لیکن شارع کا اس وصف۔ یعنی بارش، کی جنس سے ایک وصف کو جمع کرنے کے حکم کی علت تسلیم کرنا موجود ہے اور وہ وصف سفر ہے، کیونکہ سفر اور بارش کی جنس (قسم) ایک ہے اور وہ ہے ان کا مشقت کے پائے جانے کے گمان کا موقع ومحل ہونا کہ جس کے مناسب مکلفین پر آسانی اور کمی کا کیا جانا ہے اور یقیناً سفر میں نماز جمع کرنے کو جائز قرار دینے کے حکم کا عین بارش کے وقت وارد ہونے والا ہے تو مسافر سے بوجھ ہلکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے لیے شارع کا سفر کو دو نمازوں کے جمع کرنے کی علت تسلیم کرنا دلالت کرتا ہے کہ جو وصف سفر ہی کی جنس (قسم) سے ہے۔ جیسے کہ بارش، اسے بھی تخفیف کی خاطر دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دینے والا تسلیم کیا جائے۔ لہٰذا بارش جمع کرنے کے جواز کے حکم کی علت ہوگی، تو برف باری، ژالہ باری اور انہی کی مانند کی حالت میں جمع کرنے کے جواز کو اسی پر قیاس کیا جائے گا۔

ج۔ اس وصف کی مثال جس کی جنس کو شارع نے حکم کی جنس کے لیے علت تسلیم کیا ہے:
حیض کی حالت (ماہ واری کے ایام) میں عورت سے نماز کو ختم کر دینا ہے، شرعی حکم یہ ہے کہ حیض والی اس دوران نہ روزہ رکھے گی اور نہ نماز پڑھے گی اور جب وہ پاک ہو جائے گی تو اس کو روزے کی قضا دینا لازم ہوگا نہ کہ نماز کی اس حکم کی علت یہ ہے کہ عورت کے لیے پاک ہونے پر فوت شدہ نمازوں کی قضا کو لازم ٹھہرانے میں۔ مزید یہ کہ ان کے اوقات متکرر ہیں۔ اس پر تنگی اور مشقت ہوگی، تو شارع نے حیض کو اس مشقت کا قائم مقام ٹھہرایا جو حیض ہی سے پیدا ہوتی ہے، اور حیض کو اس کے نمازوں کی قضاء نہ دینے کے حکم کی علت بنا دیا۔

شریعت میں وہ چیز موجود ہے جو مشقت کی جائے گمان ہونے کے اعتبار سے حیض کی جنس (قسم) سے ہونے والے وصف کے اس حکم کی علت اعتبار کرنے کی گواہی دیتی ہے جو حکم حائضہ عورت سے نماز کو ساقط کر دینے کی جنس (قسم) سے ہے، مثال کے طور پر سفر مشقت کی جائے گمان ہے، جس پر نماز قصر کرنے، اس کے جمع کرنے اور رمضان میں روزہ چھوڑنے کو جائز قرار دینے کی بنیاد ہے، اور یہ احکام اور حائضہ عورت سے نماز کو ساقط کرنے کا حکم، مکلّف سے تخفیف اور مشقت کا ازالہ ان تمام احکام کو جمع کرتا ہے، لہٰذا تب ان کی جنس ایک ہوئی، جیسا کہ سفر جو کہ مذکورہ احکام کی علت ہے، مشقت کی جائے گمان ہے، تو وہ اور حیض مشقت کی گمان گاہوں میں سے ہوں گے، لہٰذا ان کی جنس (قسم) ایک ہوگی۔

اس کی ایک اور مثال معمولی سی شراب کا بھی حرام ہونا ہے، اگرچہ وہ نشہ نہ ہی لا سکے، تو مجتہد دیکھتا ہے کہ حرام قرار دینے کی علت اس ذریعہ کی روک تھام ہے جو شراب کی نشہ آور کثرت پہنچانے والا ہے شریعت کے احکام میں سے اس کا شاہد پاتا ہے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے اس کی علت بڑے حرام کے ذریعہ کا سدباب ہے، تو معمولی سی شراب کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینا اور اجنبی عورت سے خلوت ایک جنس کے دو وصف ہیں اور وہ جنس ہے حرام کا ذریعہ ہونا۔ دونوں میں سے ہر ایک حرام ہونا ایک جنس ہے وہ ہے حرام کرنے کا عموم، تو معمولی سی نبیذ کو حرام ہونے میں معمولی سی شراب پر قیاس کیا جائے گا۔

اسی کی ایک اور مثال بلی کے جوٹھے کا پاک ہونا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس کی علت یہ بیان کی کہ: ((اِنَّمَا هِیَ مِنَ الطَّوَّافِيْنَ وَالطَّوَّافَاتِ)) ''وہ تم پر گھومنے والے اور گھومنے والیوں میں سے ہے۔'' تو یہ دلالت کرتا ہے کہ پاکی کی علت اس کا گھومنے والوں میں سے ہونا ہے کیونکہ گھومنے میں مشقت اور تنگی کے پائے جانے کا موقع ومحل ہے، بشرطیکہ ہم ان کے جوٹھے کے ناپاک ہونے کے قائل ہوں، تو اس کی پاکی کا حکم مکلّف سے تخفیف کرنے اور مشقت دور کرنے کیلئے ہوگا تو ممکن ہے کہ اس پر ڈاکٹر کے لیے عورت کے ستر کے دیکھنے کے جواز کو بلی کے جوٹھے کے پاک ہونے کے قیاس پر قیاس کر لیا، اس وجہ سے کہ تنگی کو ختم کرنے کا وصف دونوں مسئلوں کو جمع کر دیتا ہے اور ان دونوں کی جنس (قسم) ایک ہو جاتی ہے وہ ہے تنگی کے گمان کے پائے جانے کا موقع ومحل ہونا، بشرطیکہ ہم ڈاکٹر کے لیے معائنہ کی حاجت ہونے کے باوجود عورت کے ستر کو دیکھنے کے عدم جواز کا کہیں۔

۱۹۳۔ تیسری مناسب مرسل:

یہ وہ وصف ہے جس کے معتبر ہونے یا کالعدم ہونے کی گواہی کسی خاص دلیل سے نہ ملے لیکن اس کی موافقت کے نتیجہ میں حکم معرض وجود میں آتا ہو، یعنی اس پر حکم کی بنیاد ایسی مصلحت (فائدے) کو عملی جامہ پہناتی ہو کہ عمومی اعتبار سے شریعت کی عمومیات اور شمولیات جس کی گواہی دیتی ہوں، تو وہ وصف شریعت کی جنس (قسم) میں سے ایک مصلحت کو عملی طور پر معرض وجود میں لانے کی حیثیت سے مناسب (موافق) ہوگا اور اس کے معتبر ہونے یا کالعدم ہونے کی گواہی کے کسی خاص دلیل سے نہ ملنے کی حیثیت سے وہ وصف مرسل ہوگا اور یہی وہ وصف ہے جسے مصلحت مرسلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ مالکیہ، حنابلہ اور ان کے موافقین کے نزدیک حجت ہے اور ان کے غیر جیسے حنفیہ اور شافعیہ ہیں کے نزدیک حجت نہیں ہے، قرآن کریم کا جمع کرنا، نقدی کا ڈھالنا، جیل خانوں کا اختیار کیا جانا، مفتوحہ زرعی زمین پر ٹیکس کا نفاذ وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۔ چوتھی مناسب ملغی:

یہ وہ وصف ہے کہ آدمی کے اس کا تصور کرنے کے لحاظ سے کبھی کبھی ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وصف مخصوص حکم کی بنیاد کے لیے مناسب (موافق) ہے، لیکن شارع نے اس کے معتبر ہونے کو کالعدم قرار دیا ہے، جیسے کہ تصور کرنے والے کا کہنا کہ بیٹی کا بیٹے کے ساتھ فوت شدہ کی بنوت میں مشترک ہونا اور دونوں کے وراثت میں برابر قرار دیئے جانے کے لیے مناسب وصف ہے، تو یہ خام خیالی ہے اور مناسب وصف نہیں ہے کیونکہ شارع نے صاف الفاظ میں مذکر کے مونث کا دوگنا لینے کا بتا کر اس وصف کی مناسبیت کو کالعدم کر دیا ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس پر احکام کی بنیاد جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قطعی طور پر غلط اور باطل ہے۔

۱۹۵۔ علت کے مسالک: [1]

علت کے مسالک سے مراد وہ طریقے ہیں جن کے ذریعہ سے اصل کے اندر موجود علت کی واقفیت تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اور علت کئی ایک طریقوں سے پہچانی جاتی ہے جن میں سے مشہور ترین طریقے نص، اجماع اور سبر و تقسیم ہیں۔

۱۹۶۔ پہلا طریقہ نص:

کبھی نص (صاف صاف الفاظ میں بیان کرنا) مخصوص وصف کے اس حکم کی علت ہونے پر دلالت کر دیتی ہے جو حکم نص میں آیا ہوتا ہے، اس طرح علت کا ثبوت نص سے ہوگا اور اس حالت میں علت کا نام منصوص علیہ (صاف الفاظ میں بیان کی گئی) رکھا جاتا ہے۔

مگر نص کی علت پر دلالت ہمیشہ صراحت کے ساتھ نہیں ہوتی، سو کبھی اشارے اور کنائے کے ساتھ ہوتی ہے، اور جب وہ صراحت کے ساتھ ہو تو کبھی علت پر اس کی دلالت قطعی یا ظنی ہوا کرتی ہے ذیل میں مثال دے کر ہر قسم کے متعلق ہم گفتگو کریں گے:

أ۔ علت پر ایسی صریح قطعی نص کے ساتھ دلالت ہو جو کہ علت کے علاوہ کا احتمال نہ رکھتی ہو، اس حالت میں علت پر نص کی صریح دلالت قطعی ہوگی، اور یہ تنصیص ان صیغوں اور الفاظ

---

[1] الآمدی: ۳/ ۳٦٤ ومابعدھا فواتح الرحموت: ۲/ ۲۳۹ ومابعدھا، التلویح علی التوضیح: ۲/ ٦۸ ومابعدھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہوتی ہے جن کو لغت میں علت بیان کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، مثال کے طور پر لِکَیْلا ، لِاَجْلِ کَذَا کَیْ لا ...... الخ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النسآء: ١٦٥)

''ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔''

تو نص صریح ہے کہ رسولوں کے بھیجنے کی علت یہ ہے کہ (تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ﴾ (الحشر: ٧)

''تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال نہ رہ جائے۔''

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فـــیء (لڑے بھڑے بغیر حاصل ہونے والے مال) کے مصارف کا ذکر فرمایا کہ وہ فقراء، مساکین...... الخ کے لیے ہے تو یہ صریح نص ہے کہ علت دولت کو اوروں کے علاوہ مالداروں کے ہاتھ ہی میں رہ جانے سے روکنا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ﴾ (الاحزاب: ٣٧)

''پس جب زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔''

تو یہ اپنی قطعی دلالت کے ساتھ اس بات پر صریح نص ہے کہ زید کے طلاق دینے کے بعد نبی کریم ﷺ کے زینب سے نکاح کرنے کی علت مسلمانوں سے اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں تنگی کو ختم کرنا ہے۔

اور آپ ﷺ کا اس وقت فرمانا جب آپ نے ان کو قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت دی اور اس سے پہلے آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا: ''میں نے صرف اور صرف تمہیں آنے والے گروہوں کی وجہ سے قربانیوں کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا تو اب تم کھاؤ اور ذخیرہ کرلیا کرو۔'' تو پہلے منع کرنے کی علت مدینہ آنے والے گروہوں کا کھانے پینے کا محتاج ہونا تھا اور جب علت ختم ہوگئی تو ذخیرہ کرنے کی ممانعت کا حکم بھی ختم ہوگیا۔

آپ ﷺ کا فرمانا کہ ((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ)) ''اجازت طلب کرنا صرف اور صرف نگاہ کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے۔'' اس بارے میں قطعی صریح ہے کہ اجازت طلب کرنے کی علت انسان کو اس چیز پر مطلع ہونے سے منع کرنے کے لیے ہے جس پر مطلع ہونا اس کے لیے جائز نہیں ہے، تو کسی کے گھر میں کھڑکی سے جھانک کر مطلع ہونے کے ممنوع ہونے کو اس پر قیاس کیا جائے گا۔

ب۔ علت پر دلالت نص صریح (واضح الفاظ) سے ہو مگر اس بارے میں قطعی نہ ہو، یعنی نص علت پر دلالت کرتی ہو لیکن وہ اس کے علاوہ کا بھی ایسا احتمال رکھتی ہو جو کہ اس قدر مرجوح (ناقابل عمل) ہو کہ علت کے بارے میں نص کے ظہور (غالبہ) کو مانع نہ ہو، تو اس کی علت پر دلالت صریح (واضح) اور ظنی (غیر قطعی) ہوگی۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (ابراھیم: ۱) ''یہ عالیشان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں۔'' تو (لِتُخْرِجَ) میں حرف لام کو علت بیان کرنے والا تسلیم کیا گیا ہے، اگرچہ اس میں احتمال ہے کہ وہ اس کے بجائے انجام بیان کرنے والا ہو۔

ج۔ علت پر دلالت نص (صاف الفاظ) سے ہو مگر وہ علت کے بارے میں صریح نہ ہو، بلکہ اس کی جانب اشارہ کرتی ہو اور اس پہ آگاہ کرتی ہو یہ اس طرح سے ہوتا ہے کہ ایسا قرینہ (احوالی علامت) موجود ہو جو اسے علت پر دلالت کرنے والا بناتا ہو، اور اس قسم کی صورتوں میں سے:

جملہ کا حرف (اِنَّ) کی تاکید کے ساتھ آنا اور اس سے پیشتر بھی ایسا جملہ آئے جو حکم پر مشتمل ہو، جیسے کہ آپ ﷺ کا بلی کے جوٹھے کے بارے میں سوال کرنے والے کے جواب میں فرمانا: اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ، اِنَّهَا (یہ محل استشہاد ہے) مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کلام جواب کے موقع ومحل پر واقع ہو، جیسے آپ ﷺ کا اس شخص سے فرمانا جس نے آپ کو یہ خبر دی کہ اس نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کی ہے کہ ایک گردن (یعنی غلام آزاد کردے)۔

یا وصف کا حکم کے ساتھ مل کر آنا، تو یہ ساتھ دلالت کرتا ہے کہ جو وصف حکم کے ساتھ مل کر آیا ہے وہ اس کی علت ہے، اور یہ وہ صورت ہے جس کے بارے میں اہل اصول اپنی زبان میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ حکم کا مشتق کے ساتھ لگا ہوا ہونا حکم کی علت کے اشتقاق کے بارے میں خبر دیتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المآئدة: ٣٨)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت تم ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔''

اور اس کا فرمان:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ (النور:٢)

''زنا کار عورت و مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔''

اور آپ ﷺ کا فرمان:

((لَا يَرِثُ الْقَاتِلُ)) ''قاتل وارث نہیں ہے۔''

اور......

((وَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)) ''وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔''

اور فرمایا:

((لَا يَقْضِي الْقَاضِيْ وَهُوَ غَضْبَانُ))

''غصہ کی حالت میں قاضی فیصلہ نہیں دے گا۔''

١٩٧۔ دوسرا طریقہ اجماع:

کبھی وصف کا علت ہونا اجماع کے طریقہ سے ثابت ہوتا ہے، جیسے اس بات پر اجماع کا ہونا کہ سگے بھائی میں نسبوں (یعنی باپ اور ماں دونوں کی طرف سے قرابت داری) کا جمع ہونا یہی علت ہے وراثت میں اس کو باپ کی جانب والے بھائی پر مقدم کرنے کی، تو انسان کی سرپرستی میں اس کو باپ کی جانب والے بھائی پر مقدم کرنے کو بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وراثت کی پے در پے ترتیب میں سگے بھائی کے بیٹے کو اور سگے چچا کے بیٹے کو باپ کی جانب والے بھائی کے بیٹے پر اور باپ کی جانب والے چچا کے بیٹے پر مقدم کرنے میں بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔

۱۹۸۔ تیسرا طریقہ سبر و تقسیم:

جب علت کا ثبوت نہ نص سے ہو اور نہ اجماع سے ہو، تو مجتہد سبر و تقسیم کے ذریعہ سے علت کو نکال کر حاصل کرنے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، سبر کا مطلب ہے جانچنا اور تقسیم کا مطلب ہے کہ مجتہد ان تمام اوصاف کو شمار کرتا ہے جن کے بارے میں اس کی رائے ہوتی ہے کہ وہ حکم کی علت ہونے کے لائق ہیں، پھر وہ دوبارہ ان پر غور و فکر کے ذریعہ سے تحقیق و تفتیش کرتا ہے، تو جنہیں وہ باقی رکھنے کے قابل نہیں سمجھتا انہیں کالعدم کر دیتا ہے، اور جنہیں وہ علت ہونے کے لائق دیکھتا ہے انہیں باقی رکھتا ہے، یہاں تک کہ وہ کالعدم کرنے اور باقی رکھنے کے اس عمل کے بعد اس بات تک پہنچ جاتا ہے کہ علت یہی وصف ہے نہ کہ کوئی اور وصف اور مجتہد اپنے اس شغل میں علت کی شروط سے راہنمائی حاصل کرتا ہے تو وہ صرف اس وصف کو باقی رکھتا ہے جو کہ ظاہر ہو، منظّم ہو، مناسب ہو اور متجاوز ہونے والا ہو۔ مثال کے طور پر شراب کو حرام قرار دینے کی نص آئی ہے اور نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ کُلُّ مُسْكِرٍ شَرَابٌ ، (ہر نشہ آور شراب ہے) بعض مجتہدین تک نہیں پہنچا یا اس تک پہنچا ہے اور اس کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے، تو وہ سبر و تقسیم کے ذریعہ سے شراب کے حرام قرار دینے کی علت تلاش کرتا ہے، تو وہ ان اوصاف کو شمار کرتا ہے کہ جن میں کوئی ایک ممکن ہے کہ وہ حرام قرار دینے کی علت بن سکے، جیسے شراب کا انگور سے ہونا، یا اس کا بہنے والی ہونا یا اس کا نشہ آور ہونا، پھر وہ علت کی شروط سے راہنمائی لیتے ہوئے دوبارہ ان اوصاف پر نظر ڈالتا ہے، تو پہلے وصف کو کالعدم کر دیتا ہے کیونکہ وہ محدود ہے اور علت میں وصف متجاوز ہونا شرط ہے اور دوسرے وصف کو بھی اس نے کالعدم کر دیا، وہ تھا شراب بہاؤ والی ہونا کیونکہ یہ وصف طاری یعنی اتفاقی ہے، نہ اس کا حکم سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس کی اس پر کوئی تاثیر ہے پھر وہ تیسرے وصف کو باقی رکھتا ہے اور وہ نشہ آور ہونا ہے کیونکہ یہ وصف حکم کے لیے ظاہر اور مناسب ہے۔

اس کی ایک اور مثال: باپ کی اپنی کم عمر کنواری بیٹی کی شادی کے سرپرست ہونے کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے والی نص ہے، اس حکم کی علت نہ نص سے ثابت ہے اور نہ اجماع سے، تو مجتہد نص میں غور کرتے ہوئے علت کو کنوارہ پن یا کم عمری کے دو میں سے کسی ایک وصف میں محصور کرتا ہے، پھر ان دونوں میں دوبارہ غور کرتا ہے اور غور وفکر کے بعد کنوارے پن کے وصف کو دور سمجھتا ہے، کیونکہ شارع نے اعتبار کی اقسام میں سے کسی قسم میں اس کا اعتبار نہیں کیا، اور کم عمری کے وصف کو باقی رکھتا ہے، کیونکہ شارع نے کم عمر کے مال کی سرپرستی میں اس کو علت تسلیم کیا ہے، تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ شارع نے نام زد وصف کو۔ وہ یہاں پر کم عمری ہے۔ حکم کی جنس (قسم) کی علت تسلیم کیا ہے، وہ مطلق سرپرستی ہے، کیونکہ مال پر سرپرستی اور شادی میں اس کی سرپرستی ایک جنس (قسم) سے ہے، تو مجتہد فیصلہ دے گا کہ جس علت کا وہ متلاشی تھا وہ کم عمری ہے، نہ کہ کنوارہ پن، تو تب کم عمر بیوہ کی شادی کرنے میں اس پر باپ کی سرپرستی کے ثبوت کو کم عمر کنواری پر قیاس کیا جائے گا۔

اور بلا شک وشبہ سبر وتقسیم کے عمل میں مجتہدین کی سوچ مختلف ہے کبھی کوئی مجتہد سمجھتا ہے کہ یہ وصف مناسب ہے، اسی دوران دوسرا مجتہد اسے مناسب نہیں سمجھتا، مثال کے طور پر حنفیہ کنواری کم عمر بیٹی کی شادی کرنے میں باپ کی سرپرستی کی علت کم عمری کو سمجھتے ہیں، کنوارے پن کو نہیں جبکہ شافعیہ اسے کنوارے پن کو سمجھتے ہیں، کم عمری کو نہیں۔

اور علت کے استنباط کرنے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف میں سے یہ بھی ہے کہ بعض اجناس کی اقسام کو کمی بیشی کے ساتھ اپنی جنس کے عوض کے لین دین کو سنت نے حرام قرار دیا ہے، اور وہ اجناس ہیں سونا، چاندی، جَو، گندم، کھجور، خشک انگور، اور ایک روایت میں نمک ہے اس حکم کی علت پر نص یا اجماع میں سے کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے، تو مجتہد اس حکم کی علت تلاش کرتے ہوئے کبھی اپنے اجتہاد کی بنا پر۔ بطریقہ سبر وتقسیم۔ اس بات تک پہنچتا ہے کہ اس حکم کی علت جنس کا ایک ہونا ہے، جو کہ ان اجناس کا ماپی یا تولی جانے والی اجناس سے ہونا ہے، یہ حنفیہ اور ان کے موافقین کی رائے ہے، یا علت یہ ہے کہ جنس ایک ہونے کے ساتھ ساتھ (یعنی ماپی یا تولی جانے والی) کھانے کی یا نقدی کی اقسام ہونا ہے یہ شافعیہ اور ان کے موافقین کا قول ہے۔ یا علت یہ ہے کہ جنس ایک ہونے کے ساتھ ساتھ ان اقسام کا ذخیرہ کی جانے والی خوراک ہونا یا نقدی ہونا ہے، یہ مالکیہ اور ان کے موافقین کا قول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جس قسم کی علت فقہاء نے قائم کی ہے اسی کی بنیاد پر قیاس ہوگا، تو حنفیہ کی رائے پر نص کے محل پر تمام ماپی اور تولی جانے والی مقداروں کو قیاس کیا جائے گا اگرچہ وہ نہ تو کھانے کی ہوں اور نہ ہی ذخیرہ کی جانے والی خوراک ہوں جبکہ شافعیہ کی رائے پر صرف انہی کو قیاس کیا جائے گا جو کھانے کی ہوں یا نقدی ہو، اور مالکیہ کی رائے پر واجب ہوگا کہ قیاس کی جانے والی ذخیرہ کی جانے والی خوراک ہو یا نقدی میں سے ہو۔

۱۹۹۔ چوتھا طریقہ علت کی صفائی:

بعض اہل اصول کی رائے پر یہ علت کے طریقوں میں سے ہے اور ان میں سے کچھ دیگر کی رائے پر یہ طریقہ نہیں ہے۔

صاف کرنے کا لغوی مطلب ہے خالص کر کے ممتاز بنانا اور اہل اصول کی اصطلاح میں علت کی صفائی کرنے سے مراد ہے کہ علت کے ساتھ چمٹے ہوئے وہ اوصاف جن کو علیت میں دخل نہیں ہے ان سے علت کو خالص کر کے نمایاں کرنا اس طرح سے ہے کہ نص علت پر مشتمل ہو کر آئے اور ان کے ساتھ نص کے ایسے اوصاف لگے ہوئے ہوں جن کا حکم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی علیت میں ان کا عمل دخل ہے، مگر نص بذات خود علت پر دلالت نہیں کرتی۔

اس کی مثال: سنت میں آنے والی یہ بات ہے کہ ایک دیہاتی نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کی، تو نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر آپ کو اس کی خبر دی تو آپ ﷺ نے اسے کفارہ دینے کا حکم دیا۔ [1]

---

[1] اصل حدیث یوں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا، آپ نے پوچھا: کس چیز نے تجھے ہلاک کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اپنے اہل سے ہمبستری کی ہے اور میں روزے سے تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم گردن آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا: کیا تم پے در پے دو مہینوں کے روزے رکھنے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، کہتے ہیں کہ وہ بیٹھ گئے تو اسی دوران ہم تھے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرہ لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ہوں، فرمایا: اسے پکڑو اور صدقہ کرو۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس پر جو مجھ سے بھی زیادہ محتاج ہو؟ سو اللہ کی قسم مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے بیچ کوئی گھر ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہے، تو رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، پھر فرمایا: کہ اپنے اہل کو کھلا دو۔ (بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور دیکھئے تیسیر الوصول: ۲/ ۳۴۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس حدیث نے حکم کی علیت پر دلالت تو کی ہے لیکن معین وصف کے علت ہونے کے متعلق دلالت نہیں کی، سو نص علت پر مشتمل ہے لیکن علت ان اثرات اور اوصاف سے پاک اور صاف نہیں ہے جن کا علت سے کوئی تعلق نہیں ہے، تو مجتہد آ کر حقیقی علت کے گرد ملی اور چمٹی ہوئی اشیاء سے اس کو خالص کر دیتا ہے، جیسے ہمبستری کرنے والے کا دیہاتی ہونا اور واقعہ کا مدینہ میں پیش آنا اور ہمبستری کا عین اس سال کے رمضان میں ہونا، تو مجتہد ان اوصاف کو دور سمجھتا ہے اور اس کے بعد وہ اس بات تک پہنچتا ہے کہ کفارہ کے واجب ہونے کے حکم کی علت رمضان کے دن میں جان بوجھ کر ہمبستری کرنا ہے اور یہ شافعیہ اور ان کے موافقین کا اختیار کردہ مذہب ہے۔

جہاں تک حنفیہ اور ان کے موافقین ہیں تو وہ علت کے نکھارنے میں اس سے بھی دور حد تک چلے گئے ہیں تو ان کے نزدیک علت صرف ہمبستری کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ علت اسے مکمل نکھارنے کے بعد روزے کو توڑ کر فاسد کرنے والی اشیاء کے جان بوجھ کر تناول کرنے اور ہمبستری یا کھانے یا پینے کو سرانجام دینے کے ذریعہ سے رمضان کے احترام کی بے حرمتی کرنا ہے، اور ہمبستری کا روزے کو فاسد کرنے والی ہونا نص کی عبارت سے ثابت ہوگا اور کھانے اور پینے کا روزے کو خراب کرنے والا ہونا نص کی دلالت سے ثابت ہوگا۔ (1) تو علت کی صفائی کرنے میں بھی مجتہدین کی سوچ مختلف ہے، سو ان میں سے کوئی کسی وصف کو علت اعتبار کرتا ہے اور دوسرا کسی اور وصف کو علت اعتبار کرتا ہے، جیسا کہ ہم نے دیہاتی کے قصہ میں دیکھ لیا ہے اور اس کے بارے میں شافعیہ اور حنفیہ کی سوچ کو بھی دیکھ لیا ہے۔

---

(1) عبارت نص سے مقصود ہے یہ کہ نص کے صیغہ کی اس معنیٰ پر دلالت کرنا جو نص سے جلدی ظاہر ہونے والا ہو خواہ یہ معنیٰ نص کے تسلسل سے بالذات مقصود ہو یا تابع ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرة: ٢٧٥) ''اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔'' تو اس نص سے جلدی ظاہر ہونے والا معنی تجارت اور سود میں مماثلت کی نفی کرنا ہے اور یہی نص کا اصلی وذاتی معنیٰ ہے منطوق بہ (بیان شدہ حکم والا) والا حکم مسکوت عنہ (جس کے حکم سے خاموشی ہو) کے لیے اس وجہ سے ثابت کرنا کہ دونوں (یعنی منطوق بہ اور مسکوت عنہ) ثانی لہ کی علت مشترک ہیں کا معنیٰ یہ ہے کہ تجارت کا حکم حلال کرنا ہے اور سود کا حکم حرام کرنا ہے، جہاں تک دلالت نص کی بات ہے تو وہ لفظ کی حکم پر دلالت کرنا ہے اس کی تفصیل تیسرے باب میں آئے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۰۰۔ تخریج مناط اور تحقیقِ مناط:

اصولی اصطلاحات میں سے جو اصطلاحیں کبھی کبھی خلط ملط ہو جاتی ہیں ان میں سے ایک اصطلاح تخریج مناط اور دوسری اصطلاح تحقیق مناط کی ہے۔

جہاں تک تخریج مناط کی اصطلاح ہے تو اس کا مطلب ہے کہ علت کے طریقوں میں سے کسی طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے اس علت یعنی حکم کی علت کو حل کرنا جس پر نہ نص نے دلالت کی اور نہ ہی اجماع نے کی ہے علت کے مسالک میں سے کسی مسلک کی اتباع میں، جیسے مثال کے طور پر سبر وتقسیم کا طریقہ ہے، تو تب یہ اس حکم کی علت کو کہ جسے نہ نص لے کر آئی ہو اور نہ اس پر اجماع منعقد ہوا ہو، ان طریقوں کے ساتھ حل (یعنی استنباط) کرنا ہو جن کے ذریعہ سے اس علت کی پہچان تک رسائی حاصل ہوتی ہے جس علت کو صاف الفاظ میں بیان نہیں کیا گیا (یعنی علت غیر منصوصہ ہے) یا جس علت پر اجماع نہیں ہے، مثال کے طور پر اس بات تک رسائی کا حاصل ہونا کہ شراب کو حرام کرنے کی علت اس کا نشہ آور ہونا ہے اور شادی کرنے کی سرپرستی میں علت کم عمری ہے اور قتل عمد (جان بوجھ کر) میں قصاص کے واجب قرار دینے کی علت ایسے آلہ سے قتل کرنا ہے کہ معمول کے طور پر جس کی نوعیت ایسی ہے کہ وہ قتل کر دیتا ہے لہٰذا قصاص کا حکم ہر ایسے قتل میں ثابت ہوگا جس قتل کی تکمیل ایسے آلہ کے ساتھ ہو جس کی نوعیت انسانی روح کو ہلاک کرنا ہے، خواہ وہ آلہ دور قدیم سے معلوم شدہ ہو جیسے تلوار یا دور جدید کا ایجاد شدہ ہو جس کی مثال بندوق ہے۔

جہاں تک تحقیق مناط کی بات ہے تو اس سے مراد نص وارد ہونے والے واقعہ کے علاوہ کے واقعہ میں اس علت کے (جو کہ نص یا اجماع یا استنباط سے ثابت شدہ ہے) ثابت ہونے کے بارے میں غور وفکر اور تلاش کرنا ہے اس کی مثال، عورتوں سے حیض کی حالت میں کنارہ کشی اختیار کرنے کی علت گندگی کا ہونا، اس علت کے نفاس (ولادت کے خون) میں ثابت ہونے کے بارے میں مجتہد غور کرتا ہے اور جب وہ اسے اس میں موجود پاتا ہے تو قیاس جاری کر دیتا ہے اور حکم یعنی اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور وہ حکم ہے نفاس کی حالت میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا واجب ہونا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی ایک اور مثال شراب کے حرام قرار دینے کی علت نشہ آور ہونے کی ہے، تو دیگر کسی نبیذ میں اس علت کے ثابت ہونے میں مجتہد غور وفکر اور بحث وتمحیص کرتا ہے، جب وہ اسے اس میں ثابت شدہ پاتا ہے تو اصل کا حکم اس نبیذ پر لگا دیتا ہے اور وہ اس کے پینے کا حرام ہونا ہے۔

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تنقیح مناط یہ ہے کہ علت کو ان لپٹے ہوئے اختلاطوں سے پاک اور صاف کرنا جن کا علیت میں کوئی کردار نہیں ہے۔

اور تخریج مناط: یہ ہے کہ صاف الفاظ میں بیان نہ کی جانے والی علت کو یا جس علت پر اجماع نہیں ہے اس کو علت کی پہچان کے طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ذریعہ سے حل (استنباط) کرنا۔

تحقیق مناط یہ ہے کہ اصل کی علت اس کی پہچان اور ثبوت کے بعد کے فرع میں موجود ہونے کے متعلق غور وفکر اور بحث وتمحیص کرنا۔

۲۰۱۔ اقسام قیاس:

قیاس کی بنیاد جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، فرع کا اصل کے ساتھ علت میں مشترک ہونا ہے، مگر کبھی کبھی فرع میں علت کی موجودگی اصل میں موجودگی سے زیادہ قوی ہوتی ہے، تو اسی کو قیاس اولیٰ (زیادہ قریب) کہتے ہیں اور کبھی کبھی فرع میں اس کی موجودگی اصل میں موجودگی کے مساوی ہوتی ہے، تو اسے قیاس مساوی کہتے ہیں اور کبھی کبھی فرع میں اس کی موجودگی اصل میں اس کی موجودگی سے زیادہ کمزور ہوتی ہے اسے قیاس ادنیٰ (کم درجہ والا) کہتے ہیں۔

پہلا: قیاس اولیٰ: یہ وہ ہے کہ جس میں فرع کے اندر علت کی موجودگی اصل میں موجودگی سے زیادہ قوی ہوتی ہے، تو اصل کا حکم فرع کے لیے اس کے اصل کے لیے ثابت ہونے سے بطریق اولیٰ ثابت ہوگا جیسے والدین کے متعلق وصیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾ (الاسراء: ۲۳) ''تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا۔'' اس کی مثال ہے، تو نص نے والدین کے آگے اُف کہنے کو حرام قرار دیا اس لفظ میں موجود ایذا رسانی اس حکم کی علت ہے اور یہ علت والدین کو مارنے کی صورت میں اس سے کہیں زیادہ قوی اور شدید شکل میں موجود ہے، اصل کے اندر اپنی موجودگی کی نسبت سے، لہٰذا نص کے محل پر قیاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنا پر والدین کو مارنا بطریقہ قیاس اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ [1]

دوسرا قیاس مساوی: یہ وہ ہے کہ جس علت پر اصل میں حکم کی بنیاد قائم کی گئی ہے وہ علت فرع کے اندر اتنی مقدار میں موجود ہو جتنی کہ وہ اصل میں ثابت شدہ ہے جیسے کہ یتیموں کے مال کو ظلم سے کھانے کا حرام ہونا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠﴾ (النسآء: ۱۰)

''جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔''

اس حکم کی علت یتیم کے مال پر جارحیت کرنا اور نقصان پہنچانا ہے اور ظلم سے یتیم کے مال کو جلانا نص میں بیان کردہ واقع کا علت میں برابر ہے، اس لیے اس کا حکم وہی ہے جو ظلم سے اس کے کھانے کا حکم ہے، یعنی وہ بھی حرام ہے۔

تیسرا قیاس ادنیٰ: یہ وہ ہے کہ جس میں فرع کے اندر علت کا ثابت شدہ ہونا وضاحت کے اعتبار سے اس سے کم اور کمزور ہو جتنی کہ وہ اصل میں ہے اگرچہ دونوں اس اصل معنی کے ثابت شدہ ہونے میں باہم برابر ہیں جس معنی کی وجہ سے وصف علت بنا ہے جیسے نشہ آور ہونا شراب کے حرام قرار دینے کی علت ہے لیکن کبھی یہ کسی اور نبیذ (مشروب جیسے کھجوریں یا منقی وغیرہ ڈال کر میٹھا بنایا جائے) معمولی درجہ کی ہو سکتی ہے اگرچہ نشہ آور ہونے کی صفت دونوں میں موجود ہے۔

۲۰۲۔ حجیت قیاس:

ہم کہہ چکے ہیں کہ جمہور فقہاء کی رائے کے مطابق قیاس کو شرعی حجت اور احکام کی دلیلوں

---

[1] بعض اہل اصول نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ والدین کو مارنے کا حرام ہونا نص سے ثابت ہے نہ کہ قیاس سے، کیونکہ اف کہنے کو حرام قرار دینے والی نص کی علت ایذا رسانی ہے اور وہ ایک واضح مفہوم والا معنی ہے جو کہ استنباط کا محتاج نہیں ہے جسے بھی عربی زبان کی واقفیت ہوگی وہ اسے جانتا ہے اور مار وغیرہ کی مانند جیسے شکل میں یہ معنیٰ واضح ترین ہے بغیر کسی کوشش اور استنباط کے معلوم ہو جاتا ہے لہٰذا اف کہنے کا حرام ہونا عبارت نص سے ہے اور مار وغیرہ کا حرام ہونا دلالت نص سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے ایک دلیل تسلیم کیا جاتا ہے، اس بارے میں ظاہریہ بعض معتزلہ اور جعفریہ نے اختلاف کیا ہے۔ [1] ہم قیاس کی حقیقت، اس کے ارکان، اس کی شرائط، اور اس کے ضوابط بیان کر چکے ہیں تو اب قیاس کو ثابت کرنے والوں اور اس کی نفی کرنے والوں نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

۲۰۳۔ قیاس کے قائلین کے دلائل:

قیاس کے قائلین نے کتاب وسنت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور عقلیات میں سے بہت سارے دلائل جواز میں پیش کیے ہیں ہم ان دلائل میں سے اہم ترین کا اختصار کر کے صرف ان کا خلاصہ ذکر کریں گے۔

پہلی دلیل: قرآن کریم میں آیا ہے کہ: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (سوائے عقل والو عبرت پکڑو) (الحشر: ۲) اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اس عبرت ناک سزا کے بیان کے بعد کیا جو دنیا کے اندر ہی بنی نضیر کو ان کے کفر کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے خلاف ان کی خفیہ چالبازیوں کی وجہ سے دی گئی، اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے عقل سلیم رکھنے والو! غور کرو اور تمہیں ڈرنا چاہیے کہ اگر تمہارا سلوک وہی ہوا جو ان کا تھا تو جو ان کو لاحق ہوا وہ کہیں تمہیں لاحق نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت یقیناً ایک ہے اور تمام پر وہی جاری ہوتا ہے، ایک چیز پر جو جاری ہوگا وہ یقیناً اس کی نظیر پر بھی جاری ہوگا۔ اور قیاس کا اس کے علاوہ کوئی اور مطلب نہیں ہے۔

اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ لفظ اعتبار کا مطلب ہے چیز سے اس کے غیر کی طرف منتقل ہونا اس لیے کہ اعتبار عبور سے نکلا ہے، جب آدمی نہر کے ایک کنارے کو چھوڑ

---

[1] مگر جعفری علماء منصوص علت لیتے ہیں اور اسے حجت تسلیم کرتے ہیں اور اس صورت میں فرع کے لیے حکم کے ثبوت کو نص سے ٹھہراتے ہیں، قیاس سے نہیں۔ اسی طرح وہ قیاس اولیٰ کو لیتے ہیں اور اس کا نام قیاس نہیں رکھتے ان میں سے بعض اس کو منصوص علت کی قسم سے شمار کرتے ہیں جیسے والدین کو مارنے کی حرمت جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ﴾ (الاسراء: ۲۳) (تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا) سے ماخوذ ہے، اس کے علاوہ جو کچھ بھی قیاس کی قسم سے ہے اسے جعفری علماء نے نہیں لیا۔ ابن الجنید کے علاوہ باقی تمام سے یہی بات منقول ہے۔ دیکھئے اصول الاستنباط: علی تقی حیدری: ۲۵۸-۲۵۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دوسرے کنارے کی طرف پار کر جائے تو تب کہا جاتا ہے عَبَرْتُ النَّهْرَ ''میں نے نہر کو عبور کرلیا۔'' اور قیاس سوائے مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) کے حکم کو مقیس (جس کو قیاس کیا جائے) کی طرف منتقل کرنے کے اور کچھ نہیں ہے اور جب اعتبار (ایک چیز سے اس کے غیر کی طرف منتقل ہونا) کا اس آیت کی نص (صاف الفاظ) سے پابند ٹھہرایا گیا ہے اور قیاس اعتبار کے افراد میں سے ایک فرد ہے، لہٰذا اس کا بھی پابند ٹھہرایا گیا ہے اور جس کا پابند کیا جائے وہ واجب ہوتا ہے اور واجب شریعت ہے، ممنوع نہیں ہے۔ لہٰذا قیاس شرعی حجت اور ایسی معتبر دلیل ہے کہ جس کے تقاضا کے مطابق عمل کرنا لازم ہے اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اس دلیل کا پیش کیا جانا نہ قابل تسلیم ہے اور نہ قابل قبول ہے اس لیے کہ اعتبار کا معنی اتعاظ (نصیحت پکڑنا) ہے، یہ بات نہیں کہنی چاہیے، وہ اس لیے کہ اعتبار کے معنی کو اتعاظ پر محمول کرنا آیت سے دلیل پیش کرنے کی نفی نہیں کرتا، کیونکہ جب تک نظیر (ہم مثل) اپنی نظیر کا حکم نہ لے گی اتعاظ (نصیحت پکڑنا) ممکن ہی نہیں ہے، جس طرح کہ اگر کہا جائے کہ فلاں شخص خیانت کی وجہ سے اپنی ملازمت سے ہٹا دیا گیا ہے، لہٰذا اے ملازمت والو! تم نصیحت پکڑو، یا فلاں طالب علم اپنی سستی کی وجہ سے فیل ہو گیا ہے لہٰذا اے طلباء تم نصیحت پکڑو، تو اس کلام کا کوئی معنیٰ نہ ہوگا، سوائے اس کے کہ جب اس کو اس بات پر محمول کر لیا جائے کہ جو ملازم بھی ہٹائے جانے والے ملازم جیسا کام کرے گا تو اسے بھی ہٹا دیا جائے گا اور جو طالب علم بھی فیل ہو جانے والے طالب علم جیسا طرز عمل اختیار کرے گا تو وہ بھی فیل ہو جائے گا۔

دوسری دلیل: سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا اور ان سے سوال کیا کہ کس چیز کے ساتھ فیصلہ دو گے تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کتاب کے ساتھ، پھر سنت کے ساتھ، پھر اجتہا کے ساتھ، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس ترتیب پر برقرار رکھا، اور قیاس اجتہاد بالرائے کی اقسام میں سے ایک قسم ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

تیسری دلیل: سنت میں ایسے آثار (منقولات) بکثرت موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس پر آگاہ فرمایا اور احکام کے استنباط کے لیے اس کے صحیح ہونے پر دلالت کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج میں نے بڑا خطرناک کام کر ڈالا، میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ دے دیا، تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ اگر تم پانی سے کلی کرلو؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ فرمایا: کیا ہے؟ [1] یعنی تجھ پر کچھ نہیں ہے، یعنی تجھے یہی کافی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتویٰ پوچھنے کے لیے آئی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! حج میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کے فریضے نے میرے والد کو اتنے بڑھاپے میں پایا ہے کہ وہ اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا کہ سواری پر قائم رہ سکے، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ مرگئی، تو کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتا ہوں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے اس کی طرف سے ادا کرنے والا نہ ہوتا؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو پھر اللہ تعالیٰ کو ادائیگی کروہ ادائیگی کا حق سب سے زیادہ رکھتا ہے۔ [2]

اور صحیح حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: میری بیوی نے سیاہ رنگ والے بچے کو جنم دیا ہے اور میں نے اس کا انکار کردیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں، اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو ان کے رنگ کیسے ہیں؟ اس نے کہا: سرخ۔ فرمایا: کیا ان میں خاکستری (سفید سیاہی مائل) رنگ والا بھی ہے؟ اس نے کہا: ان میں خاکستری بھی ہے۔ فرمایا: تو تم کہاں سے اس کے آنے کو دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شاید کوئی رگ ہو جسے اس نے کھینچا ہو، فرمایا: شاید کہ یہ بھی کوئی رگ ہو جسے اس نے کھینچا ہو۔ [3]

چوتھی دلیل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیش آمدہ حادثات اور واقعات میں اجتہاد کیا کرتے اور بعض احکام کو بعض پر قیاس کیا کرتے اور مثل کا اس کی ہم مثل سے اعتبار کیا کرتے تھے۔ اس

---

[1] تیسیر الوصول: ۲/ ۳۲۷.

[2] المرجع السابق: ۱/ ۳۳.

[3] اعلام الموقعین: ۱/ ۱۳۷.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا جب انہوں نے قبضہ سے قبل کھانے کی اشیاء کو بیچنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کا سنا کہنا ہے کہ میرے خیال میں تمام اشیاء بمنزلہ کھانے کے ہیں۔

اور انہوں نے وراثتی مسئلہ کے تقسیمی حصوں سے زائد ہو جانے والے وارثوں کے حصوں کی زیادتی کو قرضداروں کے قرضوں کے مقروض کے مال سے زائد ہونے کی صورت میں کمی کو قرضداروں پہ داخل کر دینے پر قیاس کرتے ہوئے وارثوں کے ہی حصوں پر داخل کر دیا ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دادا کے بھائیوں کے لیے رکاوٹ ہونے کو بیٹے کے بیٹے پر قیاس کیا اور کہا کہ کیا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، بیٹے کے بیٹے کو وہ بیٹا بناتے ہیں اور باپ کے باپ (یعنی دادا) کو باپ نہیں بناتے۔ ❶

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھے ہوئے خط میں ہے: (اچھی طرح سے اس کو سمجھو جو فیصلہ کے لیے تمہارے پاس ایسا جھگڑا لایا جائے جو نہ قرآن میں ہو اور نہ سنت میں ہو، پھر معاملات کو قیاس کر اور امثال کی پہچان کر، پھر اس میں جو تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ محبوب دکھائی دے اور حق کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہو اس پر اعتماد کر)۔ ❷

تو اس طرح کی تمام باتیں قیاس کے لینے پر دلالت کرتی ہیں کسی ایک کا اس پر انکار نہیں ہے، اس لیے وہ قیاس کیلئے ان کی صحت و درستگی پر معنوی تواتر کا فائدہ دے رہی ہیں۔

پانچویں دلیل: احکام کی شریعت سازی کا مقصد بندوں کے مصالح کو عملی جامہ دینا ہے، شریعت سازی سے یہی حکمت مقصود ہے اور قیاس کو لینا اس مقصد سے متفق ہے، اس لیے کہ قیاس سوائے معین واقعہ میں آنے والے حکم کو علت میں مماثلت اور اشتراک رکھنے والے واقعات کی طرف منتقل کرنے کے اور کچھ نہیں ہے رب تعالیٰ کا عدل وانصاف اور اس کی حکمت اسی بات کا تقاضا کرتی ہے اور احکام کی شریعت سازی میں شریعت کے طریقہ کار سے یہی متفق ہے، اس لیے ایک چیز کا حرام کرنا اور اس کی نظیر کو جائز قرار دینا، یا ایک چیز کو جائز ٹھہرانا اور اس کی مثل کو حرام قرار دینا یہ شریعت کا انداز نہیں ہے۔

چھٹی دلیل: یہ بات قطعی ہے کہ کتاب یا سنت کی نصوص محدود ہیں اور لوگوں کے

---

❶ اعلام الموقعین: ۱/ ۱۸۲ ومابعدھا.

❷ یہ پورا خط دیکھئے: اعلام الموقعین: ۱/ ۷۷ ومابعدھا.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات لامحدود ہیں، تو اب محدود کا لامحدود کو احاطہ میں لینا ممکن نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان علتوں اور معانی ومطالب کا نوٹ کیا جانا نہایت ضروری ہے جن پر نصوص (فرامین) مشتمل ہیں، یا جن کی طرف انہوں نے اشارہ کردیا ہے یا ان سے ان کا استنباط و استخراج کرنا ممکن ہے اور منصوص علیہ (جو صاف الفاظ میں بیان ہو) کے حکم کا ہر اس واقعہ پر اطلاق کرنا جس واقعہ میں اس حکم کی علت ثابت ہوتی ہو، نہایت ضروری ہے اور اس طریقہ کار کی بدولت شریعت کسی بھی ایسے جدید واقعہ یا حادثہ کے لیے تنگ نہ ہوگی جو کہ نہ تو اس سے پہلے پیش آیا ہو اور نہ اس کے حکم کو نص لے کر آئی ہو۔

۲۰۴۔ قیاس کا انکار کرنے والوں کے دلائل:

قیاس کا انکار کرنے والوں نے بہت سارے دلائل سے انکار کا جواز پیش کیا ہے، جن میں سے اہم ترین کا خلاصہ ہم ذکر کریں گے۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات: ۱)

"اے ایمان والے لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو۔"

قیاس کا قائل اس آیت کے مدلول (بتائی گئی بات) کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ قیاس ایسے حکم کی بدولت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنا ہے جس حکم کو وہ اس واقعہ میں بتلا رہا ہے جس کے بارے میں کتاب یا سنت کی نص نہیں آئی۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل: ۳۶)

"اور جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔"

یعنی اس کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے علم نہیں اور قیاس ایک ظنی اور شک شبہ والی چیز ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا علم کے بغیر ہوگا اور اس گمان سے ہوگا جو حق کے مقابلے میں کچھ فائدہ نہیں دیتا، جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل: ۸۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔''

تو قرآن میں ہر حکم کا بیان ہے لہٰذا اس کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر قیاس ایسا حکم لاتا ہے جو قرآن میں ہے تو قرآن ہی کافی ہے اور اگر وہ ایسا حکم لایا ہو جو اس کے مخالف ہو تو وہ ٹھکرا دیا جائے گا اور نا منظور ہوگا۔

دوسری دلیل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے کی مذمت میں اور اس پر عمل کی مذمت میں بہت سارے آثار (منقولات) آئے ہیں، ان میں سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''رائے والوں سے بچو، وہ سنتوں کے دشمن ہیں، احادیث نے ان کو اپنے حفظ کرنے سے عاجز کر دیا تو انہوں نے رائے سے کہنا شروع کر دیا، تو وہ گمراہ ہو گئے اور گمراہ کرنے لگے۔'' یہ بھی ان کا کہنا ہے کہ برابر کرنے سے بچو، پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ کہا: قیاس کرنا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر دین رائے سے لیا جاتا تو موزے کے نیچے کا حصہ اوپر مسح کا زیادہ حق دار ہوتا۔ یہ قیاس کی مذمت اور اس کے حجت نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

تیسری دلیل: قیاس امت کے اندر جھگڑے اور اختلاف کا باعث بنا ہے کیونکہ اس کی بنیاد اصل سے علت کے استنباط کرنے اور پھر اس علت کے فرع میں ثابت ہونے کے ظنی امور پر ہے ان امور کے بارے میں افکار و نظریات مختلف ہو جاتے ہیں، تو احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں اور ایک واقعہ کے مختلف حکم وجود میں آ جاتے ہیں، تو امت فرقوں میں بٹ جاتی ہے، فرقہ بازی مذموم ہے، قابل تعریف نہیں ہے اور جو اس تک لے جانے کا باعث ہو وہ بھی مذموم ہے اور وہ ہے قیاس۔

چوتھی دلیل: شریعت کے احکام کی بنیاد دو ہم مثلوں کو برابر قرار دینے اور دو باہم مختلف کے درمیان فرق ڈالنے پر قائم نہیں کی گئی، یہی وجہ ہے کہ ہم شریعت میں مماثلت رکھنے والے امور کے احکام کو مختلف اور اختلاف رکھنے والے امور کے احکام کو مماثلت رکھنے والے پاتے ہیں۔

پہلی بات کے حوالے سے یہ ہے کہ روزہ اور نماز دونوں کو حیض والی عورت سے حیض کی مدت میں ختم کر دیا گیا ہے اور اس کے پاک ہو جانے کے بعد اسے روزہ کی قضاء دینے کا پابند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے نماز کا نہیں۔ اور چور کا ہاتھ کاٹ ڈالنا واجب کیا گیا ہے، مگر ڈاکو کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا حالانکہ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قائم ہوگی مگر کفر کی تہمت لگانے والے پر نہیں باوجود اس کے کہ کفر زنا سے زیادہ برا ہے۔

دوسری بات کے حوالہ سے یہ ہے کہ مٹی کو پانی کی مانند پاک کرنے والی ٹھہرانا، حالانکہ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

سو جب ثابت ہوا کہ شریعت اپنے احکام کی تقرری میں اشیاء کے درمیان مماثلت کی رعایت نہیں رکھتی تو قیاس میں حجت ہی نہ رہی، کیونکہ اس کا اعتماد برابری ہونے اور مماثلت رکھنے پر ہے اور شریعت ان دونوں کا اعتبار نہیں کرتی جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔

۲۰۵۔ راجح قول:

واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ قیاس کی نفی کرنے والوں نے اپنی بات سے اور کچھ ارادہ نہیں رکھا سوائے اس کے کہ نصوص (فرامین) کو لیا جائے اور شریعت کو گڑبڑ اور خواہشات سے بچایا جائے انہوں نے یقیناً دلائل میں سے ایسی چیز پائی ہے جس کو انہوں نے اپنی اختیار کردہ بات کے لیے حجت جانا اور یہی حال قیاس کے قائلین کا ہے، اپنی بات سے ان کا ارادہ نصوص کی مقابلہ بازی، ان پر افتراء گھڑنا اور ان سے دوری اختیار کرنے کا نہیں ہے اور نہ شریعت کے احکام سے کھیل کود اور ان پر خواہش کو مسلط کرنے کا ہے ہم وہ سب کچھ دیکھ چکے ہیں جو انہوں نے قیاس کی صحت و درستگی کے لیے شرائط لگائیں ہیں تا کہ جو بات جائز نہیں وہ اس میں واقع نہ ہوں، تو ہر فریق اپنی جدوجہد اور حسن نیت پر ثواب کا حقدار ہے، اس کے باوجود ضروری ہے کہ دونوں فریقوں کے قول میں سے جس کو ہم قابل عمل (راجح) دیکھتے ہیں اسے بیان کیا جائے۔

دونوں فریقوں کی دلیلوں پر، شرعی احکام کی بنیادوں پر اور شریعت سازی کے مقصد پر غور وفکر کے وقت ان تمام سے ہم ثبوت قیاس کے قائلین کے قول کی ترجیح کو اخذ کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی احکام علتوں کے حامل ہیں، یعنی ان کی بنیاد ایسی علتوں اور اوصاف پر قائم کی گئی ہے جن علتوں اور اوصاف نے ان کا تقاضا کیا ہے، خواہ وہ احکام عبادات کے ہوں یا معاملات کے لیکن عبادات کی علتیں ہم سے مستور ہیں، تفصیلی طور پر ان کے جاننے کی کوئی راہ نہیں ہے، اگرچہ ہم ان علتوں کے وجود کا پختہ یقین رکھتے ہیں جنہوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عبادات میں ان معین احکام کا تقاضا کیا ہے۔

جہاں تک معاملات کی بات ہے تو ان کی علتوں کی سمجھ پا لینا ممکن ہے جہاں جائز اور مقبول طریقہ سے ان کی سمجھ کو پا لینا ممکن ہے تو تمام وہ واقعات جو ان علتوں پر مشتمل ہوں ان کے اندر ان علتوں کے احکام عام جاری کر دینا بھی ممکن ہے، اس سے شریعت سازی میں شریعت کے طریقہ کی پیروی ہوگی اور قرآن نے اپنی بکثرت نصوص میں جس قانون تماثل (باہم ایک دوسرے کی مثل ومشابہ ہونا) پر دلالت کی ہے اسے لے لینا ہوگا۔

دراصل بات یہ ہے کہ قیاس اس بنیاد پر قائم ہے کہ شرعی احکام علتوں کے حامل ہیں اور دو باہم مثلوں کے درمیان برابر قرار دینا اور دو مختلف چیزوں کے درمیان تفریق ایسی چیز ہے جس کا صحیح اور معتبر ہونا تصدیق شدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یقیناً اسی پر پیدا کیا ہے اور اس بارے قرآن کریم کی بکثرت نصوص لبالب بھری ہوئی ہیں، اسی میں سے وہ بھی ہے جس سے قیاس ثابت کرنے والوں نے دلیل پیش کی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاعْتَبِرُوْا يَاُولِي الْاَبْصَارِ٥﴾ (الحشر: ٢)

''سوائے عقل والو عبرت پکڑو۔''

اور اس کی مانند بکثرت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ٥﴾ (القمر: ٤٣)

''اے قریشیو! کیا تمہارے کافران کافروں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہوا ہے۔''

اور اس کا فرمان:

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا٥﴾ (محمد: ١٠)

''کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر اس کا معائنہ نہیں کیا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کا نتیجہ کیا ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کافروں کے لیے اس طرح کی سزائیں ہیں۔''

اور اس کا فرمان ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ۝﴾ (الاعراف: ٤٠)

''اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔''

اس کے بعد آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر آنے والے عذاب کو ہمارے لیے بیان کیا ہے، تو یہ اور ان کی مانند کی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ چیز کا وہی حکم ہوتا ہے جو اس کی نظیر (ہم مثل) کا ہوتا ہے، کائنات میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت (قانون قدرت) ہے۔ اگر بات اس طرح نہ ہوتی تو ان آیات کے لانے کا کوئی مقصد نہ ہوگا اور نہ ان میں راہنمائی ہوگی نہ عبرت ہوگی اور نہ ان سے حجت والزام قائم ہو سکے گا اسی طرح سے قرآنی نصوص نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دو مختلف چیزوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا حکم عدم مساوات ہے اور یہ کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دونوں کے حکم میں اس کے مساوات کرنے کو جائز کہا تو یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کی جو کہ اس کے شایان شان نہیں ہے خواہ اسے اس کا احساس ہو یا احساس نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ۝ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ۝﴾

(القلم: ٣٥۔ ٣٦)

''کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کر دیں گے، تمہیں کیا ہو گیا، کیسے فیصلے کر رہے ہو۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ۝﴾

(الجاثیة: ٢١)

''کیا ان لوگوں کا جو برے کام کرتے ہیں یہ گمان ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہو جائے، برا حکم وہ کر رہے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ (صٓ: ۲۸)

''کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے یا پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے۔''

تو قرآن تب باہمی مماثلت رکھنے والوں کے درمیان مساوات اور باہمی اختلاف رکھنے والوں کے درمیان تفریق کے قانون کی صحت و درستگی پر شاہد صادق ہے اور قیاس اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہ اس قانون کو لیا جائے اور ان واقعات پر اس کو نافذ کیا جائے جن کے حکم کی نص نہیں آئی، جس کے لیے ان کو اس واقعہ کے ساتھ ملحق کیا جائے جس کے حکم کی نص آئی ہو بشرطیکہ جب تک دونوں واقعات میں مماثلت ہو اور دونوں اس علت میں مساوی ہوں جو اس حکم کا تقاضا کرنے والی ہے۔

جہاں تک ان دلائل کی بات ہے جن سے قیاس کی نفی کرنے والوں نے دلیل پیش کی ہے تو نہ تو ان کے لیے اُن میں کوئی حجت و دلیل موجود ہے اور نہ ہی وہ ان کے دعویٰ پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ قیاس کو وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں مسئلہ میں نص موجود نہ ہو، لہٰذا وہ آیت: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات: ۱) ''اللہ تعالیٰ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھو۔'' کے مخالف نہیں ہے، اور اس لیے بھی مخالف نہیں کہ وہ ایسے واقعہ کے بارے میں جس کے حکم کی صریح نص نہیں آئی، اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکشاف کرتا ہے۔ تو وہ ایک ثابت شدہ حکم کو ظاہر کرنے والا ہوا، نہ کہ غیر موجود حکم کو ثابت کرنے والا، اس لیے وہ اس آیت:

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدۃ: ۴۹) ''اور آپ ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے۔'' کے بھی مخالف نہیں ہے قیاس حکم کی صحت میں یقینی طور پر ظن غالب کا فائدہ پہنچاتا ہے، اور عملی احکام ثابت کرنے کیلئے ظن غالب کافی ہوتا ہے لہٰذا وہ اس آیت: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (الاسراء: ۳۶) ''اور جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔'' کے اور آیت: ﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾ (النجم: ۲۸) ''اور بیشک وہم و گمان حق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔'' کے بھی مخالف نہیں ہے نیز قرآن کا ہر چیز کو شافی بیان کرنے والا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ احکام کو لفظی طور پر یا معنوی طور پر بیان کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر حکم کو صریح نص (صاف الفاظ میں وضاحت کے ساتھ) کے ساتھ بیان کرتا ہے قیاس قرآن کی احکام پر معنوی طور سے دلالت کرنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لیے قیاس سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

جہاں تک رائے اور قیاس کی مذمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آنے والے آثار (منقولات) کی بات ہے تو انہیں غلط رائے اور غلط قیاس (کی مذمت) پر لیا جائے گا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یقیناً قیاس میں وہ بھی ہے جو کہ غلط ہے، جس طرح یقیناً اس میں وہ ہے جو کہ صحیح ہے اور صحیح قیاس وہ ہے جس میں اس کے ارکان اور تمام شرائط موجود ہوں جو ہم نے بتادی ہیں۔

وہ قیاس غلط ہے جو اس کے برخلاف ہو، جیسے کہ ان باطل پرستوں کا قیاس جو: ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ: ۲۷۵) ''یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے۔'' باوجود اس کے کہ تجارت کی حقیقت سود کی حقیقت کے مخالف ہے اور جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی بات اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے:

﴿اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ (یوسف: ۷۷) ''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔'' جیسے کہ ابلیس کا قیاس جس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ آگ مٹی سے افضل ہے، اور اس بنا پر کہ وہ آگ سے پیدا شدہ ہے تو وہ۔ اپنے دعوے کے مطابق۔ آدم سے افضل ہے جو کہ مٹی سے پیدا شدہ ہے۔ لہٰذا سجدے کا مستحق وہ ہے نہ کہ آدم۔ تو یہ قیاس غلط ہے، یا یہ غلط قیاس سے دلیل پیش کرنا ہے۔ لیکن غلط قیاس کا وجود صحیح قیاس کی حجیت کو عیب ناک نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہم سنت کی جانب منسوب شدہ حصہ میں کچھ حصہ ایسا بھی پاتے ہیں جس کا باطل ہونا قطعی بات ہے، لیکن یہ سنت کی پیروی کے واجب ہونے اور اس کو شرعی دلیل تسلیم کرنے کو عیب ناک نہیں بناتا۔ تو یہی حال قیاس کا ہے، جب اس میں کچھ حصہ غلط پایا جائے جو غلط ہے وہ تمام کے تمام قیاس کے چھوڑ دینے اور اسے شرعی دلیل تسلیم نہ کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک ان کا یہ کہنا ہے کہ قیاس اختلاف وانتشار کا باعث ہے، تو اختلاف تو سنت سے اور قرآن سے احکام کے استنباط واستخراج میں اور سنت کی صحت کی شرائط اور اس کے احکام پر دلالت کرنے میں بھی موجود ہے، پھر اسی طرح قرآن کی بعض نصوص کی سمجھ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، تو اختلاف کی روک تھام کے لیے کسی نے یہ نہیں کہا کہ سنت کو چھوڑ دیا جائے اور اس سے احکام کا استخراج نہ کیا جائے۔

دراصل مسئلہ یہ ہے کہ شرعی عملی احکام کے استخراج کرنے میں تب تک اختلاف کرنا جائز ہے جب تک وہ اجتہادی امور کے بارے غور وفکر کرنے کی جوانب واطراف میں ہو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر ہمارے آج کے دن تک فقہاء نے اختلاف کیا ہے، بلکہ قیاس کی نفی کرنے والے خود آپس میں بہت سارے احکام میں اختلاف کا شکار ہوئے، یہاں تک کہ وہ اگرچہ ایک ہی مذہب والے تھے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اختلاف ایک ایسی بدیہی چیز ہے جو ہر ایک اجتہادی مسئلہ میں جائز ہے اور قیاس کا لینا یا نہ لینا اس کا سبب نہیں ہے۔

آخر میں گذارش یہ ہے کہ مذموم اختلاف وہ ہے جو اعتقادی مسائل میں اور دین کی اصولیات میں ہو، نہ کہ اس کی فروعات میں ہو اور جو قطعی احکام یا اجماعی احکام میں ہو نہ کہ ظنی احکام میں۔

جہاں تک ان کے بعض کا یہ کہنا ہے کہ شریعت باہم مماثلت رکھنے والوں کے درمیان تفریق اور باہم اختلاف رکھنے والوں کے درمیان مساوات لے کر آئی ہے اور اس بات سے قیاس کی بنیاد منہدم ہو جاتی ہے اور اس سے حجت کا قیام ختم ہو جاتا ہے، تو یہ قول ہر اعتبار سے غلط ہے، اس کا صدور شریعت کے ذرائع اور اس کے سرچشموں پر شافی، اطلاع سے خالی ہے، جس لاجواب حکمتوں، بکثرت رازداریوں اور حقیقی مصلحتوں پر وہ لپٹی ہوئی ہے اور احکام کی بنیاد ایسے اوصاف اور علتوں پر قائم کرنا کہ جنہوں نے ان احکام کا تقاضا کیا، کی واقفیت سے خالی ہے اور شریعت کبھی بھی ایسی چیز لے کر نہیں آئی جو سلامتی کی حامل اصل خلقت (فطرت سلیمہ) میں راسخ شدہ بات کہ باہم اختلاف رکھنے والوں کے درمیان تفریق کرنے اور باہم مساوات رکھنے والوں کے درمیان برابری قرار دینے کے مخالف ہو۔

مگر جب شریعت بعض اقسام کے ایسے حکم کے ساتھ مختص ہو کر آئے کہ اس حکم کی وجہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ قسم اپنی نظائر (کے حکم) سے الگ ہوتی ہو، تو اس قسم کا ایسے وصف میں منفرد ہونا ضروری ہوگا جو اس حکم میں اس کے منفرد ہونے کو واجب کرتا ہو اور غیر کے اس کے مساوی ہونے کو روکتا ہو یہ وصف کہ جس کے ساتھ وہ قسم منفرد ہے، اسے کبھی کچھ لوگ تو پہچان لیتے ہیں کبھی کچھ دیگر پہچان نہیں پاتے، صحیح قیاس کی شرطوں میں یہ نہیں ہے کہ ہر ایک اس کی صحت سے باعلم ہو، تو جس کسی نے شریعت میں ایسی چیز دیکھی کہ وہ اس صحیح قیاس کے مخالف ہے جو قیاس مماثلت رکھنے والی دو چیزوں کے درمیان برابری ٹھہرانے کا اور اختلاف رکھنے والی دو چیزوں کے درمیان تفریق کا تقاضا کرتا ہے، تو وہ چیز اس قیاس کے مخالف ہے جو قیاس اس کے دل و دماغ میں منعقد ہوا ہے، نہ کہ وہ چیز اس صحیح قیاس کے مخالف ہے جو قیاس حقیقت حال میں ثابت شدہ ہے۔ ❶

لہٰذا شریعت میں ایسے احکام موجود نہیں ہیں جو قانون تماثل (باہم ایک دوسرے کی مثل ومشابہ ہونا) کے مخالف ہوں، تو حائضہ عورت کا اپنی پاکی کے بعد روزے کی قضاء دینے کے حکم میں نماز کی قضاء نہ دینے میں جدا ہونا یہ اس معنی ومطلب پر مبنی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں اور وہ ہے کہ نماز کی قضاء میں تنگی پائی جاتی ہے، روزے میں نہیں پائی جاتی کیونکہ نماز کے اوقات بکثرت ہیں اور تنگی کو شرعی طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔

زنا کی تہمت لگانے والے پر حد کا واجب ہونا اور کفر پر نہ ہونا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کی تہمت میں تہمت لگانے والے کے جھوٹ کو معلوم کر سکنے کی کوئی راہ لوگوں کے پاس نہیں ہے، تو اس پر حد اسے جھوٹا قرار دینے کے لیے اور تہمت زدہ کے دامن کو پاک قرار دینے کے لیے اور اس سے شرمندگی کو دور کرنے کے لیے ہے، بالخصوص اگر وہ عورت ہو جہاں تک بات ہے کفر کی تہمت کی تو (تہمت زدہ) مسلمان کے حال کا گواہ ہونا اور دیگر مسلمانوں کا اس پر مطلع ہونا تہمت لگانے والے کو جھوٹا قرار دینے کے لیے کافی ہے اور تہمت زدہ کی استطاعت میں ہے کہ وہ ایمان کا کلمہ کہہ دے تو اس سے بھی تہمت لگانے والے کا جھوٹ عیاں ہو جائے گا اور جہاں تک زنا کی تہمت ہے تو اس کے باندھنے والے کے جھوٹ کو آشکارا کرنے کے لیے

---

❶ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموعہ رسائل کبریٰ سے رسالۃ القیاس دیکھیے ص ۲۱۷۔ ۲۱۸.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائیے کہ تہمت زدہ کیا کر سکتا ہے؟ یہی حال چور کے ہاتھ کو کاٹنے کے واجب قرار دینے اور ڈاکو کے نہ قرار دینے کا ہے، اس لیے کہ پہلا شخص حفاظت گاہ کی پامالی کرتا ہے، تالہ توڑتا ہے اور گھروں میں نقب زنی کرتا ہے، اور سامان والے کے لیے اس سے مزید احتیاط ممکن نہیں ہے، لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ لوگوں سے اس مصیبت کی جڑ کاٹنے کے لیے چور کا ہاتھ کاٹنے کو واجب قرار دیا جائے اور یہ ڈاکو کے برخلاف ہے، اس لیے کہ وہ لوگوں کے سامنے سرعام ڈاکہ ڈالتا ہے تو اس کا تعاقب کر کے اس سے مال واپس چھین لینا ممکن ہے، جس طرح کہ اس کے خلاف حاکم کے پاس گواہی دینا ممکن ہے تاکہ وہ اس سے حق واپس دلائے اور اس پر مزید یہ کہ ڈاکو کو تعزیری سزا دی جائے گی، لہٰذا چوری کی حقیقت ڈاکے کی حقیقت جیسے نہیں ہے، تو دونوں حکم میں الگ الگ ہوئے اور مٹی کا پانی نہ ملنے کے وقت پاک کرنے والی اور حدث (ناپاکی) کو ختم کرنے والی ہونا شارع کے حکم کی بدولت ہے، سو وہ تعبدی (عبادت گزاری) حکم ہے، اور تعبدی احکام کی علتوں کی تفاصیل معلوم نہیں کی جا سکتیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح قیاس احکام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل اور شرعی حجت ہے، جیسا کہ جمہور کا یہی مذہب ہے اور دو قولوں میں راجح یہی ہے اور کتاب وسنت اور اجماع کے بعد اسی پر عمل ہوگا اور اسی کو اختیار کیا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پانچویں فصل

پانچویں دلیل استحسان

۲۰۶۔ استحسان کی تعریف:

لغوی طور پر چیز کے اچھا اعتبار کرنے کو استحسان کہتے ہیں اور اس کا استعمال اس چیز پر بھی کیا جاتا ہے انسان جس کی خواہش کرے اور اس کی طرف مائل ہو، اگر چہ غیر کے نزدیک وہ بُری قرار پائے۔

اصطلاح میں اس کی بہت ساری تعریفیں کی جاتی ہیں۔ [1] ان میں سے بزدوی کی تعریف یہ ہے کہ: استحسان: قیاس کے تقاضے سے زیادہ قوت والے قیاس کی طرف پھر جانا یا قیاس کو اس سے زیادہ قوی دلیل کی وجہ سے محدود کرنا۔

فقیہ حلوانی حنفی کہتے ہیں: استحسان قیاس کو اس سے زیادہ قوی دلیل، وہ کتاب سے ہو، یا سنت سے ہو، یا اجماع سے ہو کی وجہ سے چھوڑ دینا۔

امام کرخی حنفی نے ان الفاظ میں تعریف کی: استحسان: یہ ہے کہ انسان کا اِس کے خلاف ہو جانا کہ وہ مسئلہ میں وہی حکم لگائے جو حکم وہ اس مسئلہ کی نظیروں میں لگا چکا ہے، کسی ایسی وجہ کی بنا پر جو پہلے حکم سے پھر جانے کا تقاضا کرتی ہو۔

ابن العربی مالکی رحمہ اللہ نے یہ تعریف کی ہے کہ استحسان: دلیل کے تقاضے کے چھوڑنے کو علیحدہ کرنے یا رخصت دینے کے طریق سے ترجیح دینا کسی ایسی چیز کی وجہ سے جو دلیل کے بعض تقاضوں کی مخالفت کرتی ہو۔

اور بعض حنابلہ نے ان الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے استحسان: مسئلہ کی نظیروں کا حکم اس مسئلہ میں لگانے سے کسی خاص شرعی دلیل کی وجہ سے پھر جانا۔

---

[1] روضة الناظر وجنة المناظر: ۱/ ۴۰۷ ومابعدها۔ الآمدی: ۴/ ۲۰۹ ومابعدها۔ کشف الاسرار: ۴/ ۱۱۳۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ